باپ کا قاتل، مترجمہ مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی، ناشر ہند بک ایجنسی نمبر ۲ لے جنر نجن ایونیو کلکتہ، ۱۳۶ صفحے، تقطیع چھوٹی، قیمت ۸ر

"باپ کا قاتل" فرانس کے مشہور انشا پرداز فرانسوکوبیہ کے ایک فسانہ کا ترجمہ ہے، جو عربی زبان سے کیا گیا ہے، اسمین ایک بلقانی نوجوان قائد کا حب الوطنی سے لبریز کردار پیش کیا گیا ہی، یہ فسانہ دراصل اس لٹریچر کی ایک کڑی ہی جو یورپ مین آزادی بلقان کی تحریک کی ابتدا مین پھیلایا گیا تھا، مترجم نے ہندوستان مین تحریک آزادی اور جذبہ حب الوطنی کے پیدا کرنے کیلئے اسکو اردو مین منتقل کیا ہی، فسانہ مین زمانہ ترکون اور بلقانیونکی جنگ کا ہی، ایک ترکی قائد جاسوس بنکر بلقانی فوج مین آتا ہی اور مختلف تدبیرون سے بلقانی سپہ سالار اعظم کو اوسکی بیوی کے ذریعہ اس پر آمادہ کر لیتا ہی کہ ترکی فوج کو راستہ دیدیا جائے اسکے معاوضہ مین بلقان کا تاج اسکو پیش ہوگا، وہ سپہ سالار اپنے ضمیر سے سخت کشمکش کے بعد اس پر آمادہ ہو جاتا ہی، اس سازش کی خبر اوس کے لڑکے کو ایک معصوم دل لڑکی سے ملتی ہی، اور وہ موعودہ گھاٹی پر عین وقت پر پہنچ جاتا ہی، ترکی فوجین بڑھتی ہین اور اوس کا باپ غداری کے لئے وہان موجود نظر آتا ہی، اس وقت باپ بیٹے مین ایک موثر گفتگو ہوتی ہی، جسمین لڑکے کیلئے حق اور خدمت وطن کے فرائض مین سے کسی ایک کے انتخاب کا وقت آتا ہے، اور لڑکا اپنے باپ کو قتل کرکے بلقانی لشکر کو خبردار کر دیتا ہی، اور خدمت وطن کا فرض ادا کرتا ہی، ترکون اور بلقانیون مین خونریز جنگ ہوتی ہی، صبح کو اسکے باپ کا جنازہ شہید وطن سمجھکر اٹھایا جاتا ہی، وہ لڑکا سپہ سالار بنتا ہی، اسکی سوتیلی ماں کو پس پردہ واقعات کا علم ہوتا ہی اور وہ کوشش کرتی ہی کہ اس نوجوان قائد کو بھی غداری پر آمادہ کرلے، اور پھر ناکام ہو کر فوج کو اس سے برگشتہ کرتی ہی، اور وہی خفیہ معاہدہ جو ترکی جاسوس اور سابق سپہ سالار اعظم مین ہوا تھا، اسے اس نوجوان سپہ سالار کی طرف منسوب کرکے غداری کا الزام لگاتی ہی، دونون کے نامون مین ایک جزء مشترک نام کے باعث اس پر یقین کر لیا جاتا ہی، اسکے قتل کا فیصلہ صادر ہوتا ہی، وہ اپنی زندگی نثار کر دیتا ہے مگر اپنے باپ کے جرم غداری کو طشت از بام نہین کرتا، واقعہ کے ۳۵ سال بعد اسکی سوتیلی ماں مرض موت کے ہذیان مین اون رازہاے سربستہ کا پردہ چاک کر دیتی ہے، اور اس نوجوان سپہ سالار کی وہی قبر جو ابتک ایک غدار کی قبر کی حیثیت سے نشانۂ ملامت بنی ہوئی تھی، اب بلقانیون کی معبود و مسجود بنجاتی ہے،

"م ر"

جلد ۳۳	ماہ محرم الحرام ۱۳۵۳ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۳۴ء	عدد ۵

مضامین

شذرات

جبتک قدیم ہندوستان کی تاریخ کا سرمایہ صرف زبانی روایات اور اصنامیات تھا، یہان کی قدیم آرین تہذیب کی عظمت کا گیت بڑی بلند آہنگی سے گایا جاتا رہا، مگر جب سے اس ملک کے قدیم آثار کی تحقیق وتفتیش کا کام شروع ہوا ہے حقیقت کے چہرہ سے نقاب اٹھتی جاتی ہے، قدیم ہند کی سطوت کا اصلی گہوارہ پاٹلی پتر (پٹنہ) کا موریا خاندان ہے، مگر اثری تحقیقات نے اس کو ہند کے بجائے ایران پہنچا دیا، اور وہ پارسی تہذیب کا نمونہ ثابت ہوا، اب حال مین سندھ کی اثری تحقیقات نے جن ہزارون برس کے دبے ہوے دفینے کا پتہ چلایا ہے، وہ بھی ہند کے بجاے عراق کی ملکیت ثابت ہوا، فروری [illegible] آرین پاتھ مین تاریخ ہند کے مشہور ماہر ایچ جی رالنسن کا ایک مضمون شائع ہوا ہے، جسمین ثابت کیا گیا ہے کہ موہنجوداڑو اور ہڑپا (سندھ) کے اثری اکتشافات سے یہ گمان ہوتا ہے کہ ہندو تہذیب مین سامی عنصر بہت نمایان ہے۔

اسی پرچہ مین ایک ہندو فاضل کے قلم سے مورخ مذکور کا جواب بھی شائع ہوا ہے، جس مین زیادہ تر ویدون کے حو[illegible] سے ہندو تہذیب کی قدامت ثابت کیگئی ہے، مگر ویدون کی اتنی قدامت کا دعویٰ تو خود مشتبہ ہے اس سے دوسرے دعویٰ پر استدلال کہانتک صحیح ہوگا؟ بہرحال کہنا صرف یہ ہے کہ اگر گذشتہ آرین قومین پارسی اور سامی تہذیبون سے استفادہ کے باوجود ہندو رہیں، تو آج اسلامی تہذیب جو آریائی اور سامی دونوں تہذیبون سے مل کر پیدا ہوئی ہے، اور اس سے گذشتہ ایک ہزار برس تک ہمارے ہندو بھائی بھی مستفید ہوتے رہے، کیون بدیسی چیز سمجھی جائے،

یہ بات کہ مسلمانون کا کوئی متحدہ خط ہونا چاہئے، تنگ خیال قومیت کے نزدیک غیر ضروری ہے، ترکون نے اپنا خط لاطینی کر لیا، ایک نقطۂ نظر سے یہ ایک قوم کی محدود و مقامی بات ہے، مگر اسکا وسیع اثر ملاحظہ فرمائیے کہ ترکی کے مشترک عربی و فارسی الفاظ

اور عربی خط سے ترکی نہ جاننے والے مسلمان اور مشرقی اشخاص بھی کچھ نہ کچھ مطلب سمجھ جاتے تھے، اور وحدت خیال کی ایک ہلکی سی زنجیر باہم قائم تھی، مگر اب ہمارے ان کے درمیان بعد المشرقین ہے، اُن کے رسائل واخبارات ہندوستان آئین، یا ہندوستان کے دہان جائین، دونون یہی کہیں گے،

زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم

اسوقت یہ بات یون یاد آگئی کہ چھٹی صدی ہجری کے ایک مسلمان فلسفی ابوالبرکات بغدادی کی کتاب المعتبر بہت مشہور کتاب ہے، اسمین اُسنے فلسفۂ ارسطو پر سخت اعتراضات کئے ہین، اور کہا جاتا ہے کہ امام رازی نے فلسفہ پر جو اعتراضات کئے ہین وہ اکثر اسی کتاب سے لئے گئے ہین، اس بنا پر اہل علم مین اس کتاب کی خاص اہمیت ہے،

پچھلے دنون جرمنی کے ایک کتب فروش کے پاس سے خبر آئی کہ کتاب المعتبر کی ایک جلد قسطنطنیہ سے چھپ کر شائع ہوئی ہے، یہ سنکر ہمکو بے انتہا خوشی ہوئی اور اُسی وقت اپنے لندن کے ایجنٹ کو لکھا وہ کتاب ہمارے پاس بھیجدیجائے، چند مہینون کے بعد جب یہ اطلاع آئی کہ کتاب المعتبر چھپی تو ضرور ہے مگر وہ عربی کے بجاے نئے ترکی لاطینی خط مین چھپی ہے، تو جتنی خوشی ہوئی تھی اتنا ہی رنج ہوا، کہ وہ کتاب جس سے ساری دنیاے اسلام فائدہ اٹھا سکتی تھی، صرف ترکون کے محدود حلقہ کیلئے ہو کر رہ گئی،

موجودہ مسلمانون کا عجیب خاصہ یہ ہے کہ وہ کسی کام کو اپنے سوچ بچار اور غور وتدبر کے بعد استواری کیساتھ نہین کر سکتے ان کو کام کرنے کے لیے ہمیشہ جذبات کی شراب پینے کی ضرورت پیش آیا کرتی ہے، پالیٹکس سے یہ مرض بڑھتا بڑھتا مذہب بلکہ ادبیات تک پہنچ گیا ہے، دین کی تبلیغ مسلمانون کا ضروری فرض ہے، مگر ہماری تبلیغی انجمنین اور مجلسین اسی وقت سرگرم کار ہوتی ہین جب آریہ پرچارک سبھائین اپنا زور دکھائین، اپنی قومی تہذیب کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی زبان کی حفاظت بھی ہر اس شخص کا فرض ہے جو اپنے منہ مین زبان رکھتا ہے، مگر اس تحریک کا جوش بھی مسلمانون کو اسی وقت آتا ہے جب ہندی سمیلن اپنی

اپنی قوت عمل کی نمایش کرتی ہے،
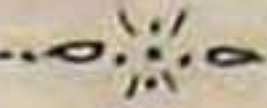
پچھلے دنون دلی مین مہاراجہ بڑودہ کے زیر صدارت ہندی کا جلسہ ہوا، اور اس کے لئے ایک لاکھ روپیہ کی امداد کا اعلان ہوا، تو دہلی کے چند مسلمانون کو بھی جوش آیا، اور ایک اردو کانفرنس صوبہ سرحد کے ایک ممتاز مسلمان نواب کے زیر صدارت منعقد ہوگئی، اگر اسی کے مقابلہ مین یہان بھی ایک لاکھ کی امداد ہو جاتی تو ہم سمجھتے کہ نقل پوری ہوئی، اور یہ کہتے، ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد، مگر شور وغل اور اخباری چہل پہل کے سوا اس قسم کی کانفرنسون کا نہ کوئی نتیجہ ہوا ہے، نہ ہوگا، ضرورت مستقل، پائدار اور استوار اصول پر آہستگی اور سنجیدگی کے ساتھ کام کرنے کی ہے، اسی پر کامیابی کا مدار ہے، گھنگھور گھٹائین گرجتی نہین اور گرجتے بادل برستے نہین،
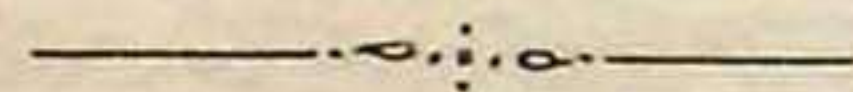
ہندی کی بنیاد ہندوستان کے بڑے بڑے شہرون مین نہین پڑ رہی ہے، بلکہ دیہاتون مین ڈسٹرکٹ بورڈ کے اسکولون مین نہین ہزار در ہزار لڑکے جنمین مسلمان بچے بھی داخل ہین، ہندوستانی کے بجاے ہندی سکھائے جارہے ہین، اور اس طرح ہندوستان کی آیندہ زبان بدلی جارہی ہے، اسکی دوسری بنیاد گورنمنٹ کے دفاتر مین پڑ رہی ہے، جہان ہندوستانی فارمون کو دبا کر ہندی فارم جبراً ہندوستانی جاننے والون کو بھی دیئے جاتے ہین، تاکہ ہندی کی ضرورت اہل غرض پر دلیل حجت ہو جائے، ہم ہندی خط کے دشمن نہین ہین، مگر ہندی خط کے پردہ مین مشترک ہندوستانی زبان کو مٹانے کی کوشش ہمالیہ سے زیادہ بڑی غلطی ہے،

مجلس دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن مین سنن بیہقی کی پانچوین جلد چھپکر تمام ہوگئی اور اب دو نئی کتابین طبع کیلئے تیار ہوگئی ہین، ان مین سے ایک ابن رفاعہ کی جوامع اصلاح المنطق، اور دوسری امام بخاری کی نایاب تصنیف تاریخ کبیر ہے، امید ہے کہ آخری کتاب کی اشاعت سے فن اسماء الرجال کے ذخیرہ مین نہایت قیمتی اضافہ ہو جائیگا،

مقالات

غزنین کا سفر

۳۰؍ اکتوبر ۱۹۳۳ء کی صبح کو جب بیدار ہوا تو اس خیال سے خوشی ہورہی تھی کہ آج اس غزنین کو دیکھونگا جسکا نام قلم سے سینکڑون دفعہ لکھا، زبان سے ہزارون دفعہ لیا، اور آنکھون سے لاکھون دفعہ پڑھا، غزنین سلطان محمود کا غزنی جسکا نام کبھی دنیا مین رعب وہیبت بٹھاتا تھا جس کے آستانہ پر ارباب کمال کا ہجوم رہتا تھا جس نے صدیون دنیائے اسلام کی رہنمائی اور ہندوستان پر فرمانروائی کی، عنصری، فرخی، فردوسی اور سنائی کا غزنین جس نے ہمارے ادبیات کی دنیا مین غیر فانی شہرت حاصل کی اور جس کی سیاسی تاریخ مورخین عالم کی تحقیقات کا مدت سے موضوع بحث ہے، صبح اٹھکر ضروریات سے فراغت کی، بندھے ہوے اسباب کو دیکھا بھالا، رخصت کرنے والے احباب سے بار بار مصافحے ہوے، اور چند روز کے اس قیام کی یاد کے وعدے ہوئے،

خدام کو انعام

عموماً دستور ہے اور یورپ مین تو یہ دستور قانون کی حد تک ہے کہ جب ہوٹل سے نکلئے یا کسی اقامتگاہ مین پہنچئے تو پہلے خدام کو ٹپ (بخشش) دیجئے، حتی کہ چائے خانے اور ریسٹوران مین بھی اس "اخلاقی قانون" کی خلاف ورزی نہین کیجاسکتی، یہی چیز ترکی مین "بخشیش" کہلاتی ہے، یورپ والے جب پرانی ترکی کا سفر کرتے تھے، تو اس "بخشیش" کے مطالبہ کو بہت برے اور ذلیل رنگ مین پیش کرتے تھے، لیکن اُن کو اپنے ملک کا "ٹپ" برا نہین معلوم ہوتا، اسکی وجہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ "بخشیش" مشرقی مسکنت اور نرمی کے لہجہ مین مانگی جاتی ہے، اور درازی عمر وغیرہ کی مسلسل دعاؤن کے ساتھ اسکا شکریہ ادا کیا جاتا ہے، اور "ٹپ" یورپ مین خشکی کے ساتھ وصول کیجاتی ہے، اور سر کو ذرا سی جنبش دیکر اور "تھینک یو"

لیکن اس کی قیمت فوراً ادا کر دیجاتی ہے،

ہندی مہمانون نے طے کیا تھا کہ اس سرکاری مہمانخانہ کے خدام کو جنھون نے ہماری مہمانی کے فرائض متعلقہ بہت خوبی سے انجام دیئے تھے، سَو روپیے انعام مین دیئے جائین، لیکن چلتے وقت جب یہ رقم ان کو برضائے تام دی جانے لگی تو انھون نے بہت خوشی سے اس انعام کے قبول کرنے سے اسلئے انکار کیا کہ انھون نے اپنے مہمانون کا واجب فرض انجام دیا ہے، جس کے لئے وہ کسی انعام کے مستحق نہین ہین، ان کے اس فیصلہ سے بڑا تعجب ہوا، اور اُن کی اخلاقی بڑائی کا سکہ مہمانون کے دلون پر بیٹھا،

یہ خدام نہایت ہوشیار، نہایت باادب اور باسلیقہ اور خاموش تھے، اتنے دنون مین ایک دفعہ بھی اُن کے شور و غل کی کوئی آواز کانون مین نہین آئی، چائے، کھانا، بسترون کی درستی اور کمرون کی صفائی وغیرہ کے تمام کام وہ نہایت خوبی اور خاموشی کے ساتھ انجام دیتے تھے، ان کی وضع یہ تھی سیاہ پینٹ، سیاہ کوٹ، سپید قمیص، پاؤن مین بوٹ اور سرون پر باون کی افغانی ٹوپیان،

کابل سے روانگی حکومت نے اپنے مہمانون کے آرام سفر کا اہتمام بڑی خوبی سے کیا، یہ بیان شاید پہلے گذر چکا ہے کہ کل مملکت افغانستان مین سفر کی پرانی منزلین دس بارہ میل پر ہوتی تھین، ہر منزل پر حکومت کی طرف سے ڈاک بنگلے یا سرکاری اقامت خانے بنے ہوئے ہین، جس مین قیام کے ہر قسم کے سامان و اسباب مہیا ہوتے ہین، اب موٹرون کی تیز رفتاری نے اس منزل کو دور تر کر دیا، اب یہ بنگلے اسّی اور سَو میل کے بعد آتے ہین،

حکومت نے مہمانون کے قیام و انتظام کے لئے متوقع قیامگاہون مین اطلاعی احکام بھیجدیئے تھے، اور نگران کار اور میزبان کی حیثیت سے سردار خان گویا کو متعین کیا تھا، کہ وہ مہمانون کے ساتھ حکومت افغانستان کی آخری سرحد تک جائین، اور وہان سے پہنچا کر واپس آئین،

سواری اور باربرداری کے لئے حکومت نے دو عمدہ موٹرون اور دو لاریون کا انتظام کیا تھا، ایک موٹر پر خاکسار، ڈاکٹر اقبال، اور بیرسٹر غلام رسول، اور دوسرے پر سر راس مسعود، پروفیسر ہادی، جناب سردار خان گویا، اور عبد المجید صاحب

نمایندہ سفارت خانہ افغانستان، دہلی سوار ہوے، ایک لاری کھانے کے سامان اور کھانا پکانے والے اور کھلانے والے ملازمین کے لئے تھی، اور دوسری لاری پر مہمانون کا سامان و اسباب تھا، ساتھ ہی حکومت نے مہمانون کے فوجی اعزاز اور حفاظت کی غرض سے دس بارہ سپاہیون کا ایک دستہ ساتھ کر دیا تھا، وہ بھی انھین لاریون پر سوار تھے، اس دستہ کا افسر جس کو غند مشر کہتے ہین، جو جلال آباد کے پاس گردیز کے سادات مین سے تھا، (نام بھول گیا) افسر مذکور بھی ہمارے ساتھ موٹر کی اگلی سیٹ پر شوفر کے ساتھ بیٹھا تھا،

ہم لوگون کی روانگی مین ملنے ملانے کے باعث کچھ تاخیر ہو رہی تھی، اس لئے لاریون کو آگے روانہ کر دیا گیا، آٹھ بجے کے قریب ہم لوگ بھی روانہ ہوگئے،

کابل سے غزنین تک کابل سے غزنین ۹۰ میل ہے، موٹرین دشت و جبل اور نشیب و فراز کو لمحہ بلمحہ طے کرتی ہوئی، اور خاک اڑاتی ہوئی، رواں تھین، راستہ بہت حد تک صاف تھا، سڑکین عموماً اچھی حالت مین تھین، زمین زیادہ تر ہموار تھی، اور دور دور پہاڑ بھی نظر آتے تھے، اور اُن کے دامنون مین وسیع میدان اور وادیان پھیلی تھین، ان وادیون مین پہاڑی چشمے بہ رہے تھے جن کے سبب سے یہ وادیان موسم بہار مین سر سبز ہو جاتی ہین، اور کاشت کے کام مین آتی ہین، یہ تمام زمین قابل زراعت تھی، اور خوشی کی بات ہے کہ افغان کاشتکار اس مین پوری محنت سے کھیتی کرتے ہین، کابل سے لیکر غزنین تک کھیتون کا یہ سلسلہ برابر ملتا چلا گیا، مگر اس وقت کسی کھیت مین بھی کوئی چیز بوئی ہوئی نہ تھی، یہان کی کاشت کا زمانہ گرمیون مین آتا ہے جب برف پگھل کر زمین کو شاداب کرتی ہے،

یہان گاؤن کی آبادیون کا اصول یہ ہے کہ یہ چشمے جدھر جدھر مڑتے ہوئے بہتے ہین، انھین کے قریب تھوڑی تھوڑی دور پر گاؤن آباد ہوتے ہین، پھر قدرتی اسباب سے جب یہ چشمے بھی خشک یا بند ہو جاتے ہین، تو یہ گاؤن بھی مٹ جاتے ہیں، اور دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہین کہین ایسا نظر آیا کہ چشمہ نے گاؤن کی ایک سمت سے دوسری سمت کو رخ کر لیا تو گاؤن کی آبادی نے بھی، ادھر سے اپنے جھونپڑے اٹھا کر ادھر ڈالدیئے، دیوارین مٹی کی، اور چھتین بھی عموماً مٹی کی ہوتی ہیں، اور بارش کی کمی کے سبب سے یہ چھتین یہان مستحکم رہتی ہین،

چھوٹی چھوٹی پہاڑیون کا غیر منقطع سلسلہ نظر کے سامنے تھا، ان پہاڑیون کے سبب سے کہین کہین ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آگے راستہ بند ہے، اور ان پہاڑیون پر چڑھکر جانے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہ ہوگا، مگر جیسے جیسے آگے بڑھتے جاتے تھے راستہ وادیون مین گھوم گھوم کر بہت صاف نکلتا آتا تھا،

پشاور اور کابل کے درمیان جو خوفناک پہاڑی راستہ ہے، اس کے بالمقابل ہم اس راستہ کو نہایت صاف میدانی راستہ کہہ سکتے ہین، کہین کہین بیچ مین نشیب تھا، اور اس کی دونون طرف کی زمینین بلند تھین، ایسے موقعون پر عموماً پل بنے تھے، لیکن ایسے مقامات بھی آئے جہان پل سرے سے نہ تھے، یا ٹوٹ گئے تھے، بظاہر مشکل نظر آتا تھا کہ اس اتار چڑھاؤ کو موٹرین کیسے طے کر سکین گی، ان افغانی شوفرون کی تعریف کرنی پڑتی ہے کہ وہ اس آسانی سے موٹرون کو اتار اور چڑھا لیتے تھے کہ ہم کو ذرا بھی تکلیف محسوس نہین ہوتی تھی،

راستہ مین ایک دو پہاڑیان ایسی بھی آئین جن کے اوپر ہمارے رفیق فوجی افسر نے بتایا کہ افغانی قلعے ہین، اور ان مین سرکاری فوج رہتی ہے،

راہ مین لاریان مل رہی تھین جن پر تجارتی سامان آجا رہا تھا، پرانے قافلہ کے اونٹ اور گدھے بھی بوجھ سے لدے ہوے آجا رہے تھے، خانہ بدوش قبیلے اور خاندان جن مین عورت، مرد اور بچے سب تھے، پاپیادہ اور گدھون پر سوار چلے جاتے تھے، ان کے ساتھ ساتھ ان کے رفیق کتے بھی ہوتے تھے، کبھی کبھی گدھون کے اوپر مرغیان بھی بیٹھی نظر آتی تھین، جو عجب دلچسپ معلوم ہوتی تھین،

اب دوپہر کا وقت تھا، مگر دھوپ مین حدت نام کو نہ تھی، بلکہ کافی سردی تھی، سردی کے پورے لباس پہننے کے باوجود موٹر کی شیشے کی کھڑکیان اٹھائی تھین کہ ہوا اور غبار سے حفاظت رہے،

یہ عجیب بات ہے کہ ہم کو راستہ بھر کوئی پرندہ نظر نہیں آیا، شاید یہ سبب ہو کہ اس ملک مین یہ کاشت کا زمانہ نہ تھا، اور میدان غلہ سے خالی تھا،

غزنین ۔ ۱ بجے دن کے قریب غزنین کا سواد نظر آیا، مشتاق نگاہین اوپر کو اٹھ رہی تھین، مگر ہر بار ناکام واپس آجاتی تھین،

ہمارے خیال مین پرانی دہلی کے کھنڈر کے مناظر تھے، اور ہم سمجھے تھے کہ ہم کو قلعہ، مسجدون اور عمارتون کے منار اور گنبد دور سے نظر آئین گے، لیکن ہماری مشتاق نگاہون کے استقبال کے لئے اس قسم کی کوئی چیز ادھر سے نہین آرہی تھی،

موٹرین رفتہ رفتہ اپنی چال سست کر رہی تھین، یہانتک کہ آبادی کا سواد سامنے آگیا، شہر پناہ سے باہر ایک بلندی پر سرکاری مہمان خانہ کی عمارت تھی، موٹرین اسکے احاطہ مین داخل ہوکر اسکے بڑے دروازہ کے سامنے جا کر رکین، اور ہم لوگ غبارون مین اٹے ہوئے موٹرون سے باہر نکلے، استقبال کیلئے حکومت کیطرف سے قوماندان (یہان کی فوج اور پولیس کا افسر اعلی) اور شہر کی طرف سے رئیس بلدیہ (میونسپلٹی کا چیرمین) موجود تھے، ان دونون نے ہم کو خوش آمدید کہا، اور خواہش کی کہ ہم پہلے شہر کے بازار مین ایک چکر لگا لین، عمارت مذکور کے بائین مین ایک خیابان تھا اس سے نیچے اتر کر سڑک پر آئے، اب ایک راستہ تو بازار کی پشت پر سے لنبائی مین اخیر تک جاتا تھا، اور دوسرا راستہ پھر بلندی پر چڑھکر بازار کے بیچ مین وسط سے گذرتا تھا، یہین پر بازار سے پہلے ہی برسر راہ ایک کچی مسجد تھی، اور نشیب والی سڑک کے برابر برابر مسجد کے نیچے ایک نہر بہ رہی تھی،

بازار ۔ ہم نچلی سڑک سے اوپر مسجد کے پاس سے اوپر چڑھ کر بازار مین داخل ہوئے، آگے آگے قوماندان صاحب ان کے پیچھے رئیس صاحب بلدیہ، پھر مہمان، سب کے پیچھے ہمارے ساتھ کے سپاہی بازار سے گذرے، دوکانین سب کھلی تھین، چھوٹی چھوٹی معمولی دوکانین تھین، بعض دوکانون پر چھینٹ کی قسم کے ادنی کپڑے بک رہے تھے، زیادہ تر دوکانین پوستینون کی تھین، چھوٹی پوستینین جنکو سلوکہ کہتے ہین پندرہ روپئے کو اور بڑی بیس پچیس کو بکتی تھین، بالائی حصہ زرد رنگ کا تھا، آستینون پر اور گلے پر ریشمی تاگے کا کام بنا تھا،

ہم جس دوکان کے سامنے گذرتے دکاندار کھڑے ہو جاتے اور السلام علیکم کے بعد "ماندہ نباشی" (تھکے نہون) کہتے، یہ یہان مہمانون کے لئے خیر مقدم کے الفاظ ہین،

دوکاندارون مین ہم نے تعجب کیساتھ ہندؤن اور سکھون کو بھی دیکھا، جنکے سرون پر زرد پگڑیان بندھی تھین، معلوم نہین یہ کب سے یہان آباد ہین،

اردو گراموفون بازار دو فرلانگ کے قریب لمبا تھا، اور بڑے پرانے شہرون کے بازارون کی طرح یہ بھی مسقف تھا، بازار کو ایک سرے سے دوسرے تک ختم کرکے، اسکی پشت کی سڑک سے ہم واپس آئے، ادھر بھی بازار مذکور کی پشت سے لگی ہوئی صرف ایک سمت مین دوکانین تھین، درمیان راہ مین ایک دوکان سے گراموفون کے بجنے کی آواز آرہی تھی، غور جو کیا تو ریکاڈ کا گانا تمامتر اردو تھا، کابل مین تو اردو زبان ثانی کی حیثیت رکھتی ہے، اور ہندوستانیون کی کثرت کی وجہ سے اس پر تعجب نہین ہو سکتا، لیکن غزنین مین جہان شاید ہی کوئی ہندوستانی ہو، اردو کی اس جہانگیری پر تعجب ہوا،

مسجد اس دوسری سڑک پر سے چل کر ہم اس مسجد تک پہنچ گئے جسکا تذکرہ پہلے کیا ہے، ظہر کا وقت ہو چکا تھا، چاہا کہ اس مسجد مین جاکر نماز ظہر ادا کرون، مسجد بلندی پر تھی، اوپر زینہ سے چڑھکر مسجد مین داخل ہوا، ظہر کی جماعت ہو رہی تھی، مگر یہ دیکھکر تعجب ہوا کہ وہان وضو کا کوئی سامان نہ تھا، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ نیچے سڑک کے کنارے کنارے نہر بہ رہی ہے، وہی گویا مسجد کا حوض ہے، اور اسی لئے یہان کسی دوسرے سامان کی ضرورت نہ تھی، ناچار یون ہی مسجد سے واپس آگیا،

یہ مسجد مٹی کی خام بنی ہوئی تھی، دیوارین بھی کچی تھین اور چھت اور فرش بھی،

سرکاری مہمانخانہ غزنین کا سرکاری مہمانخانہ شہر سے الگ ایک بلندی پر واقع ہے، عمارت خاصی ہے، کمرے وسیع ہین، ہر کمرہ اوسط درجہ کے فرنیچر سے آراستہ ہے، ایک لمبا ہال ملاقات اور کھانے کے کمرہ کے لیے ہے، چند کمرے مہمانون کے سونے اور آرام کرنے کے لئے ہین، کمرون مین فرش، مسہریان، بستر، پردے سب باقاعدہ لگے تھے،

واپس آکر کھانا کھایا گیا، چائے پی گئی، مہمانی کے فرائض رئیس صاحب بلدیہ بہت خوبی اور اخلاق سے ادا کر رہے تھے، کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد کچھ دیر ہم نے آرام کیا، پھر غزنین کے مزارات اور بقیہ عمارات کے دیکھنے کی تیاری کی گئی، ۴ بجے کے قریب ہم شہر کی زیارت کو نکلے،

پرانا غزنین ہم غزنین کو اپنی کہنہ و فرسودہ دلّی کی طرح آباد سمجھتے تھے، اور یہ خیال تھا کہ مرمٹنے کے بعد یہ زندہ ہوگا، مگر یہ دیکھکر اور سنکر کس قدر افسوس ہوا کہ صدیون سے پرانے غزنین کا نام و نشان بھی باقی نہین، تاریخون مین یہ پڑھا تھا کہ غزنویون کے اخیر دور مین علاؤ الدین غوری نے غزنین کو جلاکر خاک سیاہ کر دیا تھا، اور اسی لیے اس کا نام "جہان سوز"

پڑگیا تھا، مگر اس سے یہ خیال نہین ہوتا تھا، کہ وہ ایسا برباد کر دیا گیا تھا، کہ اسکی ایک اینٹ بھی اپنی جگہ پر باقی نہیں رہی تھی،

علاء الدین جہانسوز چھٹی صدی ہجری کے اوائل میں غزنویوں کا زوال اور غوریون کے اقتدار کا آغاز ہو چکا تھا،

اس خاندان کی چھٹی پشت پر عباس نامی ایک دلیر و سفاک بہادر پیدا ہوا جس نے اس خاندان کی بنیاد رکھی اور اس کی نویں پشت پر ملک عز الدین حسین ہوا، جس نے غور کے کوہستان میں ایک چھوٹی سی ریاست کی بنیاد ڈالی، اس کے سات نامور بیٹے ہوئے، ان مین سے ایک کا نام قطب الدین محمد، دوسرے کا نام سیف الدین سوری، اور تیسرے کا نام علاء الدین حسین تھا، قطب الدین محمد کا لقب ملک الجبال تھا، یہ قطب الدین اپنے بھائیون سے خفا ہو کر غزنین چلا آیا اور اپنی داد و دہش اور حسن سیرت و صورت کی بنا پر یہان بہت ہر دلعزیز ہو گیا، یہ بہرام شاہ غزنوی (۵۱۲ھ تا ۵۴۷ھ) کا زمانہ تھا، سلطان نے حاسدون کے کہنے سننے سے قطب الدین سے بدگمان ہو کر اس کو قتل کرا دیا، علاء الدین حسین نے بھائی کے انتقام کی خاطر غزنین پر حملہ کیا، اور فتح کر لیا، بہرام شاہ بھاگ کر ہندوستان چلا گیا، علاؤ الدین اپنے چھوٹے بھائی سیف الدین سوری کو غزنین کے تخت پر بٹھا کر غور واپس چلا گیا، بہرامشاہ نے موقع پاکر پھر غزنین پر قبضہ کر لیا اور سیف الدین کو گرفتار کرکے بڑی ذلت سے مروا ڈالا، علاء الدین نے جو یہ سنا تو غصہ سے آگ بگولا ہو گیا، اور ایک لشکر جرار لے کر غزنین پہنچا، بہرامشاہ اس اثنا مین ۵۴۷ھ مین وفات پا گیا، اور اسکی جگہ اس کا بیٹا خسرو شاہ بیٹھا، وہ غوری لشکر کی تاب نہ لا سکا، اور بھاگ کر لاہور چلا گیا، علاؤ الدین نے غزنین پر قبضہ کرکے قتل عام کا حکم دیدیا، اور شہر مین آگ لگا دی، سات روز تک متصل شہر جلتا رہا، سلطان محمود، سلطان مسعود اور سلطان ابراہیم کے سوا تمام سلاطین غزنوی کی قبرین تک اکھاڑ کر ان کی ہڈیان آگ مین جلائین، مورخین کا بیان ہے:-

علاء الدین بقہر شہر غزنین بگرفت و ہفت شبان روز غزنین را آتش زد، و بسوخت و مکابرہ فرمود، راوی چنین میگوید کہ درین ہفت شبان روز از کثرت سواد دود چنان ہوا مظلم بود کہ شب را مانستی و شب از شعلہاے آتش کہ شہر غزنین می سوخت ہوا چنان روشن می بود کہ بروز مانستے، و درین ہفت شبان روز دست کشاد و غارت و کشتن و مکابرہ بود و ہر کرا از مردان یافتند بکشتند و عورات و اطفال را اسیر کردند

و فرمان داد تا کل سلاطین محمودی را از خاک بر آورند و بسوختند مگر سلطان محمود و سلطان مسعود و سلطان ابراہیم را ۔ ۔ ۔ ۔ چوں ہفت روز در گذشت و شب ہشتم شد و شہر تمام خراب و سوختہ و خلق کشتہ و جدا گشت"

علاؤ الدین تیغ زن کے ساتھ سخنور بھی تھا، اس نے اس جشنِ مسرت میں اپنے فخر میں ایک نظم کہی، اور ایک طرف جب شہر میں قتلِ عام ہو رہا تھا، اور عمارتیں جل کر خاک ہو رہی تھیں، غور کا یہ نیرو مجلسِ عشرت میں بیٹھا قوالوں کی زبان سے اپنا وہ فخریہ سن رہا تھا،

جہان داند کہ من شاہ جہانم — چراغِ دودۂ عباسیانم[1]

علاؤ الدین حسین بن حسینم — کہ دائم باد ملکِ خاندانم

چو بر گلگونِ دولت بر نشینم — یکے باشد زمین و آسمانم

ہمہ عالم بگردم چوں سکندر — بہر شہرے شہِ دیگر نشانم

برآں بودم کہ از اوباشِ غزنین — چو رودِ نیل جوئے خوں برانم

ولیکن گندہ پیرانند و طفلان — شفاعت میکند بختِ جوانم

بہ بخشیدم بدیشاں جانِ ایشاں — کہ بادا جانِ شان پیوند جانم

دنیا نے اس علاء الدین کو اسکی اس سنگدلی کا یہ بدلہ دیا کہ زبانِ خلق سے اس کو جہان سوز کا لقب دلوایا، جو آج تک اس کے نام کے ساتھ لیا جاتا ہے،

پرانے غزنین کی تباہی و بربادی کی یہ مختصر داستان ہے، جو ۵۴۷ھ اور ۵۴۸ھ میں وقوع پذیر ہوئی،

نیا غزنین پرانا غزنین غوریوں کے پورے ایامِ حکومت میں، پھر تاتاریوں اور تیموریوں کے زمانہ میں بھی اسی طرح بے نام و نشان رہا، معمولی سی آبادی جو باقی رہ گئی تھی کہتے ہیں کہ ایک سال کی سخت برف باری میں وہ بھی مٹ گئی، عبد الکریم علوی نے تاریخ احمد شاہ درّانی میں (جو زیادہ تر امام الدین حسینی کی تاریخ سے جو ۱۲۱۲ھ میں لکھی گئی تھی، ماخوذ ہے)

[1] عباس غوری کی طرف اشارہ ہے،

غزنین کے حال میں لکھا ہے:-

"از قلعہ بشنش گاؤ بیلدۂ غزنین می رسند، و آں سابق مکان تخت نشین سلطان محمود غزنوی بود، در زمان ہمین آبادی بسیار داشت، یکبار براں چنداں برف بارید کہ تمام شہر زیر آں خراب شد، بجز چند کس زندہ نماند، ازاں زماں آں شہر آباد نشد، الحال مردم تاجیک و افغان اندرون قلعہ قریب دو سہ ہزار خانہ آباد اندیا" (ص ۱۵۹)

موجودہ شہر غزنین احمد شاہ ابدالی کے جانشین تیمور شاہ المتوفی ۱۲۰۷ھ کی تعمیر ہے، مٹی کا ایک بلند حصار ہے جس کے اندر موجودہ شہر آباد ہے، حکومتِ افغانستان میں اس کی حیثیت اوّل درجہ کے شہروں میں نہیں، اور نہ یہاں گورنر رہتا ہے، جس وادی میں یہ شہر آباد ہے، بہت بڑی وسیع وادی ہے، جس میں یقیناً بہت بڑا شہر آباد ہو سکتا ہے، اور مختلف صوبوں کے درمیان اسکی جائے وقوع تجارتی حیثیت سے اس کو تھوڑی توجہ سے بہت بلند کر سکتی ہے،

ملا قربان غزنین کے کونوں، گوشوں، ڈھیروں اور قبروں کے واقف کار ملا قربان نامی ایک پیر فرتوت بزرگ ہیں، مقامات کے دیکھنے کے لئے نکلنے سے پہلے سرور خان نے ملا قربان کو یاد کیا، وہ بزرگ کیا آئے کہ گویا غزنین کی کہانیوں اور روایتوں کی ایک زندہ کتاب ہاتھ آگئی، عمر اسّی نوے کے قریب ہو گی، کمر خمیدہ، منہ میں دانت نہیں، ہاتھ میں جریب، وہ اس شان سے آئے، اور غزنین کی بربادی و تباہی کی داستان سنانے اور یہاں کے بزرگوں کے نام و نشان بتانے لگے، بہر حال اس خضر کی رہنمائی میں ہم پرانے غزنین کی سیر کو نکلے،

غزنین کے آثارِ باقیہ موجودہ شہر سے کئی میل دور وہ مقام ہے جو سلاطین محمودی کا پایۂ تخت تھا، اور اس مقام کی بالکل مخالف سمت موجودہ شہر کی دوسری طرف غزنین کا پرانا گورِ غریبان ہے، قدیم آثارِ باقیہ میں یہاں اب صرف چند چیزیں باقی ہیں، حکیم سنائی، سلطان محمود، سلطان مسعود اور سلطان ابراہیم کے مزارات، اُن کے علاوہ ایک مزار حکیم بہلول دانا کی طرف منسوب ہے، اور بعض دوسرے بزرگوں کے مزارات ہیں، شاہی عمارتوں کے سلسلہ میں صرف

چند منار کھڑے دکھائی دیتے ہیں،

حکیم سنائی کا مزار حکیم و شاعر اقبال کو حکیم شاعر سنائی کے مزار دیکھنے کا سب سے زیادہ اشتیاق تھا، مہمانخانہ سے نکل کر پیادہ ہم حکیم موصوف کے مزار کی طرف چلے، یہ مزار موجودہ آبادی کی پچھم طرف آبادی سے ہٹ کر، عام مسلمانوں کے گورغریبان میں واقع ہے، عام شاہراہ کی سڑک چھوڑ کر ایک فرلانگ تک دوسرا راستہ گیا ہے، مقبرہ سے باہر چند پتھر کی قبریں ہیں، جنمیں سے بعض پر متاخر زمانہ کے کتبے لگے ہیں، حکیم سنائی کا مقبرہ ایک چھوٹے سے احاطہ کے اندر ہے، پہلے مختصر سا صحن ہے جس میں بھی چند قبریں ہیں، ایک قبر پر لکھا ہے، کہ "یہ حکیم سنائی کے خادم خاص کی قبر ہے" اس کے بعد خود حکیم کے مزار کی عمارت ہے، اوپر گنبد ہے، نیچے پختہ قبر ہے، مزار کے اندر جانے کے لئے صرف ایک چھوٹا سا دروازہ ہے، قبر پختہ ہے، اس کے اوپر پتھر ہے، جس میں بخط عربی، حکیم ممدوح کی تاریخ وفات منقوش ہے، پوری عبارت تو میں نے لکھی نہیں، یادگار کے طور پر جو سطریں لکھ لی تھیں وہ حسب ذیل ہیں:-

کان وفات الشیخ العالم الفاضل العارف قطب المحققین، طوطی شکرستان فصاحت، بلبل بوستان بلاغت، مظہر اسرار معانی، مطلع انوار . . . .

الشیخ . . . . یعنی مجدود الدین السنائی، سنة خمسمائة وخمس عشرین"

گذشتہ سال کے معارف میں حکیم سنائی کی تاریخ وفات پر خاکسار کا ایک مضمون نکلا تھا، جسمیں موصوف کی وفات ۵۴۵ھ میں ثابت کیگئی تھی بعض محققین حال ۵۳۵ھ کی تاریخ ثابت کرتے ہیں، اس کتبہ میں حضرت جامی وغیرہ کی عام روایت کے مطابق ۵۲۵ھ کی تاریخ وفات درج ہے، اگر یہ محقق ہو سکتا کہ یہ کتبہ حکیم کی وفات کے بعد ہی زمانۂ قدیم میں لگا ہے، تو اس سال وفات کے قبول کرنے میں کیا عذر ہو سکتا تھا، مگر جہاں تک قیاس ہے، یہ کتبہ بہت بعد کو لگایا گیا ہے، اور اس میں وہی حضرت جامی کی بتائی ہوئی مشہور تاریخ لکھدی گئی ہے، واللہ اعلم،

مزار کے اندر پہنچکر بطریق مسنون دعا پڑھی،

حکیم سنائی کی جلالت شان سے کون واقف نہیں، ہم سب اس منظر سے متاثر تھے، مگر ہم میں سب سے زیادہ اثر

ڈاکٹر اقبال پر تھا، وہ حکیم ممدوح کے سرہانے کھڑے ہو کر بے اختیار ہو گئے، اور دیر تک زور زور سے روتے رہے، اللھم اغفر لہ وارحمہ

یہ تو فقیروں کا جھونپڑا تھا، یہاں سے نکل کر بادشاہوں کے محل کی طرف جانے کا خیال ہوا، سڑک پر موٹریں کھڑی تھیں، یہاں سے سڑک تک پیادہ چل کر موٹروں تک پہنچے،

افغانی سواروں کا دستہ سڑک پر پہنچے ہی تھے، کہ اتفاقاً افغانی سواروں کا ایک مختصر دستہ سڑک سے گذرا، گھوڑوں کی شکل و صورت اور شرارت، سپاہیوں کی عمدہ اور صاف وردیاں، ان کی ہیبتناک اونی ٹوپیاں، اور اسلحہ کی چمک دمک دیکھکر ہمارے قومی جسم میں خون دوڑنے لگا، شگون نیک یہ لیا کہ سلطان محمود کے مزار پر جانے کا خیال ہے، اور سلطان کے خیالی جلوس کی سواری ہے، کاروان رفتہ کا یہ نشان قدم بھی بسا غنیمت معلوم ہوا، آج جبکہ بڑے بڑے کشور کشا سلاطین اسلام غیر ملکی تسلط کی ذلت سے اپنی قبروں میں بیچین ہو نگے، یمین الدولہ کہف الاسلام سلطان محمود اپنی قومی حکومت کے زیر سایہ آرام کی نیند سو رہا ہے،

قدیم غزنین میں موٹر میں ملا قربان ہمارے ساتھ تھے، وہ ہر جگہ اپنے سنے سنائے معلومات کا اظہار کرتے جاتے تھے، اصلی اور پرانا غزنین، موجودہ آبادی کے پورب طرف ہے، میرے اندازہ میں یہاں سے دو تین میل کے فصل پر واقع ہوگا، ادھر ادھر منتشر طور پر ٹیلے دکھائی دیئے، بعض کچھ مکانات آباد بھی معلوم ہوئے، سب سے پہلے دو آمنے سامنے بلند منارے نظر آئے، ان دونوں میناروں کے بیچ میں شاید فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ کا فرق ہوگا، ملا قربان نے کہا یہ سلطان محمود کے زمانہ کے دو منارے ہیں، ان پر اس زمانہ میں جب سلطان کی سواری نکلتی تھی نقارے بجتے تھے، یہ دو منارے پتلی کھوری اینٹوں کے تھے،

آگے بڑھکر سڑک سے ہٹکر ایک ٹیلہ پر ایک مزار کا قبہ دکھائی دیا، ملا نے بتایا کہ یہ بہلول دانا کا مزار ہے، پھر دوسری طرف ایک گنبد نظر آیا یہ بھی سڑک سے ہٹا ہوا تھا، ملا نے کہا کہ یہ سلطان ابراہیم غزنوی کا مزار ہے، اس سے آگے ایک اور قبہ ملا، جس کی نسبت یہ اطلاع دی گئی کہ یہ سلطان محمود کے باپ سلطان سبکتگین کا مزار ہے، یہ اپنی پرانی حالت میں تھے، اور کھوری اینٹوں سے بنے ہوئے معلوم ہوتے تھے،

سلطان محمود کا مزار موجودہ غزنین سے سلطان کے مقبرہ تک سیدھی سڑک چلی گئی ہے، مزار کے قریب پہنچکر پہلے ایک مختصر سی آبادی ملی، اس کو طے کر کے ایک گلی سے مزار کے دروازہ کے قریب جاکر موٹرین کھڑی ہوئین، دروازہ سے پہلے ایک پہاڑی سے ایک چشمہ اوپر سے نیچے گرتا ہے، اور پھر کر اس مختصر آبادی کے لئے فطری واٹر ورکس کا کام انجام دیتا ہے، نیچے پتھر کا بنا ہوا ایک شیر کا دہانہ ہے اسی دہانہ سے ہو کر یہ پانی نیچے گرتا ہے، ملاّ نے کہا یہ چشمہ بہت پرانا ہے، اور سلطان کے زمانہ سے جاری ہے، سرور خان نے فرمایا یہی وہ کاریز ہے جسکا ذکر فلان شاعر کے شعر مین آیا ہے، (شعر مجھے یاد نہیں رہا)

نہر مذکور سے چند قدم کے فاصلہ پر مزار کا بڑا اور بلند دروازہ ہے، اس کے بعد ایک چھتہ ہے جس کو طے کر کے ایک مختصر باغ مین پہنچے، باغ کے ایک طرف سلطان کے مزار کا گنبد نظر آیا، اندر داخل ہوئے تو سلطان کی قبر نظر آئی، اور یہ اس سلطان کی قبر ہے جو دیوار چین سے لیکر سومنات گجرات تک کے ملکون پر فرمانروا تھا جس کی ہیبت و جلال سے بڑے بڑے گردن کش سر اطاعت جھکا دیتے تھے، جس نے دنیا کے خزانون کو غزنین کے گوشہ گوشہ مین بکھیر دیا تھا، جس کے لشکر کے گھوڑون کی ٹاپین، درۂ خیبر اور درۂ کوہاٹ کی پہاڑیون، سندھ اور راجپوتانہ کے بے آب و گیاہ صحراؤن، اور بحر عرب کے ساحلون، ترکستان و خوارزم کی وادیون، خطا و ختن کے میدانون، اور ایران کے خیابانون کو دم کے دم مین طے کرتی تھین جس کے سپاہی گرمیون کا موسم ایران و ترکستان کے فتوحات مین اور سردی کے دن ہندوستان کے زیر و زبر کرنے مین بسر کرتے تھے، جس کے دربار مین شعراے غزنوی کا وہ جھرمٹ لگا رہتا تھا، جس کی شکر دہنی سے آج فارسی زبان دنیا کی غیر فانی زبان بنگئی ہی، آج وہ سلطان کس بیکسی و بیچارگی کے عالم مین ایک سنسان باغ کے اندر یکہ و تنہا خاک کے بستر پر دراز ہے،

تخیل کے کانون کو فرخی کا مرثیہ، مزار کی زبانِ حال سے اب تک سنائی دے رہا تھا،

شہر غزنین نہ ہمان است کہ من دیدم پار   چہ فتاد است کہ امسال دگرگون شد کار

ملک امسال دگر باز نیامد ز غزا   دشمنے روے نہاد است درین شہر و دیار

سیر می خوردہ مگر دی کہ بخفتہ است امروز   دیر تر خاست، مگر رنج رسیدش زخمار

خبر شاہا کہ رسولان شہان آمدہ اند   ہدیہا دارند آوردہ فراوان و نثار

کہ تواند کہ برانگیزد ازین خواب ترا   خفتنی خفتنی، کز خواب نگردی بیدار

خفتن بسیار اے خواجہ خوی تو نبود   ہیچ کس خفتہ ندیدا است ترا زین کردار

یکدمک بارے در خانۂ بالیست نشست   تا بدیدند روی تو عزیزان و تبار

بہ حصار از فزع و بیم تو رفتند شہاں   تو شہا از فزع و بیم کہ رفتی بہ حصار

شعرا را بتو بازار برافروختہ بود   رفتی و با تو بیکبارہ برفت آں بازار

مزار کے اوپر جو گنبد بنا ہے اس کو امیر حبیب اللّٰہ خان مرحوم نے ۱۳۲۳ھ مین بنوایا ہے، جسکا کتبہ بخط نستعلیق فارسی مین سنگ مرمر کے ایک پتھر پر دیوار کے اندر لگا ہے، مگر خود قبر سلطانی غالبًا عہد قدیم کی تعمیر ہے، کیونکہ اس کے اوپر سلطان کی تاریخ وفات اور کلمات دعائیہ جو عربی خط مین لکھے ہوئے ہین، وہ خط کوفی کے مشابہ ہے، اور زبان بھی خالص عربی ہے، یہ عبارت قبر کے اوپر اور قبر کے ہر چہار طرف اسی خط مین لکھی ہوئی ہے، جسکا پڑھنا آج بہت آسان نہیں ہے، روا روی مین مین نے صرف ایک سمت کی عبارت پڑھی جسمین سلطان کی وفات کی تاریخ منقوش ہے،

نومن برحمۃ اللہ

علیہ ونور

حفرتہ وابیض وجہہ

عشیۃ یوم الخمیس لسبع بقین من شہر ربیع الآخر

لسنۃ احدی وعشرین واربع مائۃ

ترجمہ:- ہم کو ایمان ہے کہ خدا نے اس (مرحوم سلطان) پر رحمت فرمائی ہے، اسکی قبر کو خدا منور کرے، اور اسکے چہرہ کو روشن کرے،

ف جناب خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے سفرنامۂ افغانستان مین اس کتبہ کو اسطرح پڑھا ہے "یوم الخمیس سبع عشرین ربیع الآخر سنۃ احدی عشر اربعمائۃ ۴۱۱ھ (روز پنجشنبہ ۲۷- ربیع الآخر ۴۱۱ھ) اور یہ پڑھکر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ سلطان کی وفات اس تاریخ کو ہوئی جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، محبوب الٰہی کی تاریخ وفات ہے" (یعنی سترہ) مگر موصوف کی یہ خوشی بجا نہیں، اُنھون نے کتبہ کی عبارت پڑھنے میں سہو ہوا ہے،

پنجشنبہ کی شام کو ربیع الآخر کی سات راتین باقی تھین (یعنی ربیع الآخر کی تئیس تھی)

سنہ ۴۲۱ھ

سلاطین غزنوی کی قدیم ترین تاریخ زین الاخبار مین بھی یہی تاریخ لکھی گئی ہے،

"وفات امیر محمود رحمۃ اللہ علیہ روز پنجشنبہ بود، بست وسوم ماہ ربیع الآخر سنہ احدی وعشرین واربع مائۃ" (صفحہ ۹۲ برلن)

حضرت داتا گنج بخش لاہوری کے والد بزرگوار کا مزار

ان شاہی مزارات کی زیارت سے لوٹے، تو ڈاکٹر صاحب کو لاہور کی مناسبت سے حضرت داتا گنج بخش لاہوری جنکا مزار لاہور مین ہے، ان کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی تلاش ہوئی، ملا قربان نے کہا مین وہ مزار جانتا ہون، چنانچہ ان کی ہدایت کے مطابق موٹر نے پرانے غزنین کے ویران وسنسان میدانوں کو طے کرنا شروع کیا، اور آخر ایک مقام پر لیجا کر توقف کیا، آگے موٹر کا راستہ نہ تھا، چنانچہ ملا صاحب مع ڈاکٹر صاحب وغیرہ اتر کر پیادہ گئے، اور زیارت کر کے واپس آئے، مین درد سینہ کی شکایت کے سبب سے نہ جاسکا،

لاے خوار کا مزار

حکیم سنائی کی توبہ کی حکایت کے سلسلہ مین ایک مجذوب فقیر لاے خوار کا ذکر آتا ہے جس نے کہا تھا، کر بر سنائی می خورم، کہ سنائی سے بڑھکر بیوقوف کون ہوگا، جو اپنے ہی جیسے انسانون کی مدح وستایش مین خرافات نظم کرتا ہے، اور اُن کو جا کر سناتا ہے، حکیم پر اس مجذوب کے اس فقرہ کا اثر ہوا، اور توبہ کی، ملا قربان موجودہ غزنین کے بازار سے گذرتے ہوئے ایک گلی سے ایک مسجد کے اندر لے گئے، اور بتایا کہ یہ اُس لاے خوار کا مزار ہے،

غزنین کی رات

قریب شام ان مقامات کی سیر وزیارت سے فراغت ہوئی، سردی شروع ہوچکی تھی، غزنین کابل سے بھی ایک ہزار فیٹ بلند ہے، اس لئے یہاں کابل سے بھی زیادہ سردی ہے، مغرب کا وقت آیا تو انگیٹھیون کا سامان ہوا،

ساتھ کے سرکاری خدام نے کھانا تیار کیا، اور ۸ بجے شب کے قریب میز پر کھانا چنا گیا، وہی کابل کے کھانے تھے، غزنین کے سردے بھی عمدہ ہوتے ہین، کھانے اور نماز سے فارغ ہو کر، سلطان محمود کے غزنین مین شب بسر کرنے کے لئے بسترون پہ دراز ہوئے،

(باقی)

عالمِ برزخ

از

مولوی سید محمد طٰہٰ صاحب اشرف قادری امتھوی

رسالہ جامعہ ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۳ء مین بسلسلۂ تنقید سیرت حافظ اسلم صاحب جیراجپوری نے اپنی قرآن دانی اور قرآن فہمی کا جو نمونہ پیش کیا ہے، وہ اُن کے تمام مضامین مین یقیناً "شاہکار" کی حیثیت رکھتا ہے،

چونکہ یہ بحث بھی اسلام کے عقائد مسلمہ سے متعلق ہے، اور اس سلسلہ مین بھی حافظ صاحب نے سلف صالحین، اجماع امت، اور تواتر احادیث کے خلاف قرآن کے غلط معانی ومطالب سمجھانے کی کوشش فرمائی ہے، اور اسی پر بس نہین کیا ہے، بلکہ انبیا علیہم السلام اور خود سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین بھی بے ادبی کی ہے، اس لئے اس پر خاموشی نہین اختیار کیجا سکتی،

حافظ صاحب کو خدا جانے کن جذبات کے ماتحت سیرت کی اس جلد سے، سب سے پہلی شکایت یہ پیدا ہوئی ہے،

"سیرت کی ہمہ گیری نے تاریخی حدود سے آگے بڑھکر دین پر بھی قبضہ جما لیا"

اگر یہ اعتراض صحیح ہے تو قرآن کریم بھی اس کی زد سے نہین بچ سکتا، اس لئے کہ قرآن دینیات بھی ہے، مغازی وسیرت بھی، مواعظ وحِکم بھی ہے، تمدن ومعاشرت کا رہنما بھی، اگر سید صاحب نے، قرآن کے نقش قدم پر، سیرت کی روشنی مین عقائد اسلامی کی تشریح کی ہے، تو کیا بُرا کیا؟

اصل یہ ہے کہ حافظ صاحب احادیث وسیرت کو دین ومذہب سے علٰحدہ کرنا چاہتے ہین، حالانکہ وہ قرآن کے نزدیک عین دین وملت ہے،

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ　　بے شک تم لوگوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حَسَنَۃٌ، (احزاب ۲۱) کی ذات گرامی) مین بہترین نمونہ ہے،

کا منشا یہی ہے، اور ایمان واسلام کے قرآن کے نزدیک یہی معنی ہین، کہ ہمیشہ حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کیجائے، اپنے ہر شعبۂ زندگی کے لئے حضور کی ذات اقدس مین نمونہ تلاش کیا جائے، اور اپنے تمام اعمال وافعال اور عقائد وخیالات کا اسوۂ حسنہ کی روشنی مین جائزہ لیا جائے، اس لیے سید صاحب کی یہ مبارک کوشش مسلمانِ عالم کے نزدیک لائقِ صد تحسین اور مستحقِ شکریہ ہے،

حافظ صاحب فرماتے ہین :-

"اس جلد مین سید صاحب نے عقائد کی تشریح مین قرآن سے زیادہ مدد لی ہے، لیکن چونکہ وہ سلف کے خیال کے قدم بقدم پیرو ہین، اس لئے ان کے مسلک کی موافقت کی غرض سے آیات کی بعض جگہ ایسی تاویلین کی ہین جنکو قرآن قبول نہین کرتا"

سید صاحب نے عقائد کی تشریح مین، اسلاف صالحین کے اتباع مین قرآن سے استشہاد کیا تو ایک ناقابلِ معافی جرم ہوگیا، لیکن سوال یہ ہے، کہ اسلاف صالحین اور اجماعِ امت کی مخالفت کس قرآن سے جائز ہے؟ قرآن نے ایسے اختلاف وافتراق سے تو نہایت شدت سے روکا ہے، اور "ڈیڑھ اینٹ" کی مسجد بنانے کی نہایت سختی سے ممانعت فرمائی ہے، کیا

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران ۱۱) — اور اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو متفق ہوکر مضبوط پکڑے رہو، اور آپس مین نااتفاقی مت کرو،

کے یہی معنی ہین؟ کہ ہر ہر بات مین تمام دنیاے اسلام سے اختلاف اپنا طرۂ امتیاز بنا لیا جائے،؟

مسئلہ تقدیر

مین نے اپنے گذشتہ مضمون "معجزات رسول" مین حافظ صاحب کی ذات سے جن خطرات کا اظہار کیا تھا اور میرے دل مین جن باتون کی کھٹک پیدا ہوئی تھی، اسکا نمونہ پیش نظر ہے، انکار کی جرأت بڑھتے بڑھتے اب یہانتک نوبت آگئی، کہ مسئلہ تقدیر کو جسکا اعادہ قرآن مین بار بار ہوا ہے، اور جسکا ذکر قرآن مین بکثرت موجود ہے، محض اسوجہ سے

عقائد مین جگہ دینے سے انکار ہے، کہ اس کا ذکر ایمانیات کے سلسلہ مین کہین نہین آیا ہے، جب خدا کی کتاب پر ایمان لانا جزو ایمان ہے، تو پھر مسئلہ تقدیر پر، اور ان مسائل پر جنکا ذکر قرآن مین موجود ہے، ایمان نہ لانا، اور ان کا استثنا کس منطق کے رو سے درست ہے،

حشر ونشر، جزاوسزا، دوزخ وجنت، اور بیسیون قرآنی مسائل ایسے ہین جنکا ایمانیات کے سلسلہ مین ذکر نہین لیکن کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا جس کا ان پر ایمان اور عقیدہ نہ ہو، اور کسی کی مجال نہین کہ انکار کر سکے،

سید صاحب پر اور اسلاف اہل سنت پر ان کا یہ اعتراض ہے، کہ وہ مسئلہ تقدیر کو عقائد مین کیون شامل کرتے ہین لیکن وہ خود عقائد خمسۂ قرآنی (اللہ، ملائکہ، کتب، رسل، یوم آخر) کے سوا دوسری باتون کو عقائد مین شامل سمجھتے ہین چنانچہ عالم برزخ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہین :-

"ہمارا مطالبہ یہ ہے، کہ چونکہ یہ عقائد کا مسئلہ ہے، اس لئے اس پر قرآن کی نص صریح ہونی چاہئے، جسطرح ثوابِ دنیا، ثوابِ آخرت، عذابِ دنیا، عذابِ آخرت کی قرآن مین تصریحات ہین، اسی طرح ثواب وعذاب برزخ کی بھی تصریح پیش کیجئے"

یعنی ثوابِ دنیا، ثوابِ آخرت، عذابِ دنیا، عذابِ آخرت کو عقائد مین داخل سمجھتے ہین، اور عذاب وثواب برزخ کو نص صریح پیش کرنے کی صورت مین عقائد مین داخل کرنے کے لئے تیار ہین، حالانکہ ایمانیات کے سلسلہ مین تو ان باتون مین سے کسی ایک کا بھی ذکر نہین، کیا حافظ صاحب اپنے بیان کے تضاد کو دور کرنے کی کوشش کرینگے پھر لکھتے ہین:-

"حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم پر روایات یا اقوال سلف سے اضافہ کردینا اس بات کا اعلان ہے کہ قرآن دینی ضروریات بلکہ عقائد تک کے لئے معاذ اللہ ناکافی ہے"

معترض خود اپنی زبان سے ناکافی کہتا ہے، اور ناکافی سمجھتا ہے، سلف اہل سنت بلکہ مسلمان تو یہ نہین کہتے، وہ تو اپنے ہر عقیدہ پر قرآن سے ثبوت رکھتے ہین،

عالم برزخ

حافظ صاحب نے انکارِ حدیث کے لئے اب تک جو کچھ خامہ فرسائی کی ہے، اور جو کچھ دلائل وبراہین پیش کئے ہین، وہ سب خبرِ احاد سے متعلق ہین، خبرِ متواتر سے انکار نہین، لیکن اب تو اتر بھی حافظ صاحب کے نزدیک کوئی

چیز نہین، اسکی ایک مثال انکار معجزات مین ناظرین دیکھ چکے، دوسری مثال ثواب وعذاب برزخ کا انکار ہے، اس لئے کہ ثواب وعذاب برزخ کے ثبوت مین اگرچہ کوئی ایک روایت متواتر پیش نہین کیجاسکتی ہے، مگر اس کثرت سے اس مضمون پر روایتین موجود ہین، کہ ثواب وعذاب برزخ علی التواتر ثابت ہے، جس طرح رکعات نماز اور طریقۂ نماز کے لئے کوئی ایک روایت متواتر نہین ہے، لیکن کثرت روایات سے یہ مضمون اس طرح بالتواتر ثابت ہے، کہ اختلاف اور شک کی گنجائش نہین، ایسی صورت مین حافظ صاحب کے اس انکار اور استہزاء کا اثر صرف اہل سنت اور اسلاف اہل سنت تک ہی منتہی نہین ہوتا بلکہ صحابۂ کرام اور خود مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے،

حافظ صاحب کی ان تعلیمات کا سوا اس کے کوئی نتیجہ نہین، کہ لوگون مین ضلالت وگمراہی اور تمرد وسرکشی بڑھے، فسق وفجور، معاصی وماٰثم پر لوگون کو دلیری ہو، قیامت اور عذاب وثواب قیامت کے غیر موقت ہونے کے باعث ایک تو ہر شخص یون ہی مطمئن تھا، اگر کچھ خوف تھا تو اپنی موت کا اور خطرہ تھا تو عذاب وثواب برزخ کا، جسکا اکثر وبیشتر دل مین خیال آتا رہتا ہے، اور جس کو ہر شخص صبح وشام کی بات سمجھتا ہے، لیکن اب تو یہ خطرہ بھی جاتا رہا، حافظ صاحب امن برزخ کا سرٹیفکیٹ مفت تقسیم کر رہے ہین، اور پروانۂ امن قرآن سے عنایت فرما رہے ہین، اس لئے لوگ نہایت دلیری سے "نقدے زہزار نسیہ خوشتر باشد" پر عمل کرینگے، بلکہ عجب نہین بعض پست ہمت اور پریشان حال لوگ مصائب دنیاوی سے گھبرا کر اس عالم پر عالم برزخ ہی کو ترجیح دین، جو حافظ صاحب کے خیال کے مطابق نہایت امن وامان کا عالم ہے، اور اس نیند کو جو میٹھی اور ابدی ہے، اپنی تلخ زندگی سے زیادہ پسند کرین،

ناقد کا بیان ہے،

"موت کے بعد سے لیکر قیامت تک مردے اپنے رب کی حضوری سے آڑ مین رکھے جاتے ہین، جسکا نام برزخ ہے، یہ غالبًا فارسی لفظ پردہ کا معرب ہے، یہ عالم برزخ قرآن کے نزدیک مطلق عالم ممات ہے"

جب موت اور قیامت کی درمیانی مدت کو برزخ کہتے ہین، تو اُسے عالم ممات اور عالم آخرت کا جامع ہوجانا ہے، کیونکہ لفظ برزخ سے ذہن ایسے ہی معنی کی طرف منتقل ہوتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ "اعراف" جنت اور

دوزخ کے درمیان برزخ ہے، یعنی نہ اسے جنت کہہ سکتے ہین، نہ دوزخ، بلکہ ان دونون کی درمیانی حالت کو اعراف کہتے ہین، جس کے رہنے والے جنت کا بھی ایک حد تک لطف اٹھاتے ہین، اور دوزخ کی مصائب اور پریشانیون سے بھی گھبراتے ہین،

وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا	اور اعراف کے اوپر بہت سے لوگ ہونگے، کہ وہ لوگون
بِسِيمَاهُمْ ۚ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ	کو ان کے چہرون سے پہچان لین گے، اور اہل جنت کو پکار
عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ	کر کہین گے "السلام علیکم" (ابھی یہ اہل اعراف) جنت مین
وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ	داخل نہ ہوے ہونگے، مگر اس کے خواہشمند ہونگے، اور جب
النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ	ان کی نگاہین اہل دوزخ پر جا پڑینگی، تو کہینگے خداوندا
الظَّالِمِينَ، (اعراف ۶ع)	ہمین ان ظالمون کے ساتھ نہ کر،

یا جس طرح بندر کو انسان اور حیوان کے درمیان برزخ کہتے ہین، لیکن بندر مطلق حیوان نہین بلکہ خصائص انسانی کے بھی اسپر پرتو ہین، اسلئے مطلق "عالم ممات" کو برزخ کہا ہی نہین جا سکتا، ثبوت ملاحظہ ہو،

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ	یہانتک کہ جب ان مین سے کسی کو موت آجاتی ہے تو
رَبِّ ارْجِعُونِ، لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا	کہتا ہے، اے میرے رب مجھکو پھر (دنیا مین) واپس کردے
فِيمَا تَرَكْتُ ۚ كَلَّا ۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا	تاکہ جس (دنیا) کو مین چھوڑ آیا ہون، اس مین (پھر جاکر)
وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ	نیک کام کرون، ہرگز نہین یہ ایک بات ہے جس کو وہ
(المومنون ۶ع)	کہے جا رہا ہے، اور اسکے آگے برزخ ہے قیامت کے دن تک

اس آیۂ کریمہ سے صاف ظاہر ہے، کہ مطلق عالم ممات کو عالم برزخ نہین کہا گیا، نیز یہ بھی تصریح موجود ہے کہ مرنے کے بعد مجرم کس طرح عذاب سے گھبرا کر دنیا مین واپسی کی التجا کرتا ہے، اگر برزخ مطلق عالم ممات ہے، تو مجرم کا عذاب سے گھبرا کر دنیا مین واپسی کی التجا کرنے کے کیا معنی؟ اور اُسے برزخ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

یہان اس تاویل کا بھی موقع نہین کہ یہ قیامت کا ذکر ہے، کیونکہ قیامت کا ذکر اسی آیت کے بعد علحدہ موجود ہے اور
آیت مین موت کے وقت کی صراحت کردیگئی ہے،

سید صاحب یا اسلاف اہل سنت عالم برزخ مین حیات جسمانی کے ہرگز مدعی نہین، حافظ صاحب نے اسلئے
دوسری زندگی حشر کے دن ثابت کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ تحصیل حاصل ہے، ہان تواتر روایات، اور تصریحات قرآنی
کی بنا پر یہ ضرور مانتے ہین، کہ موت کے بعد ہی عذاب یا ثواب شروع ہوجاتا ہے، اور یہ ہرگز حیات برزخ کو مستلزم
نہین، اس لئے کہ روح اور جسم مین وہ گہرے تعلقات ہین، کہ ان تعلقات ظاہری کے انقطاع کے باوجود روح
کے عذاب و ثواب سے جسم بھی متاثر اور لذت آشنا ہوتا ہے، گو خارج مین اس کا وجود اور اثر
نہ ہو،

عالم برزخ کی جامع اور مانع مثال اس عالم مادی مین، عالم خواب سے بڑھکر دوسری نہین ہوسکتی اسلئے
کہ نیند اور موت قریب قریب ایک ہی جنس کی چیزین ہین، فرق صرف اس قدر ہے کہ موت کی حالت مین جسم سے
روح کو دائمی مفارقت ہوجاتی ہے، اور نیند مین عارضی، موت مین تمام تعلقات ظاہری منقطع ہوجاتے ہین، اور نیند
مین کچھ نہ کچھ تعلقات باقی رہتے ہین، اسی لئے نیند اور موت دونون کو ایک ہی حکم مین رکھا گیا ہے،

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا — اللہ جانون کو ان کی موت کے وقت قبض کرلیتا ہے اور جنکی
وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا، (زمر ۲۴ / ۵) — موت کا وقت نہین آیا ہے ان کو ان کی نیند کے وقت،

پس جس طرح عالم خواب مین روحانی درد و تکلیف، رنج و محن کی اذیتون، اور روحانی آرام و عافیت،
راحت و مسرت کی لذتون کو جسم محسوس کرتا ہے، حالانکہ ان کا نہ خارج مین وجود ہوتا ہے نہ اثر، حواس ظاہری معطل
ہوتے ہین، انسان نہ آنکھون سے دیکھتا ہے، نہ ان کانون سے سنتا ہے، بظاہر نہ شعور ہے نہ احساس، اسی طرح عالم
برزخ مین بھی عذاب و ثواب قرآن و حدیث کی تصریحات کے مطابق بالکل ہی قرین عقل ہے،

انکار عذاب و ثواب برزخ کے ثبوت مین حافظ صاحب کوئی دلیل اور نہ کوئی نص صریح پیش کرسکے، ان کے

تمامتر دلائل محض قیاس اور اجتہاد بے معنی پر مبنی ہیں، چنانچہ فرماتے ہین :-

"لیکن قرآن کریم عالم برزخ مین نہ زندگی بتلاتا ہے نہ شعور، نہ احساس، نہ علم، نہ دیکھنا نہ سننا، کہ کسی قسم کا زمانہ
اسلئے قرآن کی رو سے عالم برزخ مین عذاب یا ثواب کا خیال بھی نہین کیا جاسکتا۔"

اسکے بعد انھون نے عالم برزخ مین عدم حیات و شعور و احساس، بے خبری اور غفلت، عدم علم اور عدم سمع ثابت کرنے
کے لیے چند آیتین نقل فرمائی ہین، جو مجرد اس قیاس کا نتیجہ ہین :-

"یہ سمجھ لینا چاہئے کہ پوجے وہی لوگ جاتے ہین جو بڑے درجہ کے ہوتے ہین، مثلاً انبیاء و اولیاء کہ مشرکین
انھیں کو اپنے اور خالق کے درمیان واسطہ بناتے ہین"

اولاً تو یہ قیاس اور مشاہدہ کے خلاف ہے، اسلئے کہ مشرکین انبیا اولیاء مومنین اور خدا والے، لوگون کے تو دشمن
ہوتے ہین، نہ کہ پرستار، قرآن مین بھی ہے،

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیْنَ — تمام لوگون سے زیادہ، ایمان والون کا دشمن آپ یہود
اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا، (مائدہ ۶ / ۱۱) — اور مشرکین کو پائینگے،

دوسرے یہ کہ صلحائے امت اور انبیاء موت کے بعد مطلق عالم ممات مین نہین ہوتے، بلکہ شہدا کی طرح زندہ
رہتے ہین جیسا کہ آئندہ ثابت ہوگا، اور بالفرض حافظ صاحب انبیاء اور صلحاء کی حیات برزخیہ کو تسلیم نہ کرین جب بھی
یہ تو تسلیم کرچکے ہین، کہ شہدا مرتے نہین زندہ رہتے ہین، اور اس حقیقت کے تسلیم کرلینے مین بھی انھین مجال انکار نہین، کہ
اکثر اولیا اور بعض انبیاء شہید بھی ہوتے ہین، ایسی صورت مین معترض کو اپنے اس غلط قیاس مین صلحاء اور انبیا کے ساتھ
غیر شہید کی مضحکہ خیز تخصیص کا اضافہ کردینا ضروری تھا، یا شہدا کی حیات برزخیہ سے بھی انکار ہی کردینا تھا، کیونکہ مشرکین
اگر بلا تخصیص شہید و غیر شہید ہر نبی اور ولی کو پوجتے ہین تو شہداء کی حیات برزخیہ کا انکار بھی لازمی ہے اور اگر مشرکین بالتخصیص نہین اولیا
اور انبیا کو پوجتے ہین، جو شہید نہین ہوتے ہین، تو یہ قیاس ان آیات کی رو سے تمامتر خلاف واقعہ ہے، بلکہ شہیدون کی پوجا بھی اسیطرح ہوتی ہے جس
طرح انکے زعم مین انبیاء اور اولیاء کی ہوتی ہے، تیسری وجہ اس قیاس کے باطل ہونے کی یہ ہے کہ یہ قیاس قرآن کے قطعاً منافی ہے، اور حیرت ہے

کہ معترض اس دعوی ہمہ دانی کے باوجود اس بے معنی قیاس کی کس طرح جرأت کی، اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ مشرکین نعوذ باللہ انبیاء اور اولیاء ہی کو پوجتے ہیں تو پھر اس آیت کے کیا معنی ہونگے،

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ، اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ، لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ،

(الانبیاء ۱۴/۷)

بیشک (اے مشرکین) تم اور جنکو تم خدا کے سوا پوجتے ہو، یہ سب جہنم کے ایندھن ہو اور تم سب کے سب اس میں داخل ہوگے اگر یہ (معبودان باطل) واقعی معبود ہوتے تو کیوں جہنم میں داخل ہوتے، اور کل (عابدین غیر اللہ اور معبودین غیر خدا) اسی میں

مشرکین کا جرم تو ظاہر ہے، لیکن انبیاء اور اولیاء اگر پوجے بھی جاتے ہیں، تو اس میں انکی کیا خطا؟

حقیقت یہ ہے کہ جن آیتوں سے وہ اپنے مطلب کو ثابت کرنے کی کوشش فرمارہے ہیں، اس کو اُن کے دعوی سے دور کا لگاؤ بھی نہیں، ان آیات میں نہ انبیاء اور اولیاء کا لفظ ہے، نہ قبر اور برزخ کا، اسلئے ان آیتوں سے اولیاء اور انبیاء یا ساکنان عالم برزخ مراد ہو ہی نہیں سکتے، بلکہ ان آیتوں کا روئے سخن انکی طرف ہے، جنکو مشرکین پوجتے تھے یا پوجتے ہیں، اور وہ کون ہیں؟ اس کے متعلق حافظ صاحب کے قیاس سے بالاتر قرآن کا فیصلہ ناطق موجود ہے، جہاں نہ قیاس کی حاجت، اور نہ اجتہاد کی گنجایش،

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ، قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ

(الشعراء ۱۹/۵)

آپ اُن لوگوں سے ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کردیجئے جب انھوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو انھوں نے کہا کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں، اور انھیں (کی عبادت) کیلئے بیٹھے رہتے ہیں، ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا یہ تمھاری سنتے ہیں، جب تم ان کو پکارتے ہو، یا تمھیں کچھ نفع پہنچا سکتے

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ

کیا تم نے لات اور عزی اور تیسرے مناۃ کے متعلق غور کیا؟ کیا تمھارے لئے تو بیٹے ہوں، اور خدا کے لئے بیٹیاں؟ ایسی

اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ،

(النجم ۲۷/۱)

صورت میں تو یہ نہایت بے ڈھنگی اور مہمل تقسیم ہوئی، یہ (لات اور عزی اور منات) صرف نام ہی نام ہیں، جنکو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے مقرر کرلیا ہے، خدا نے تو ان کے (معبود ہونے) لیے کوئی دلیل اُتاری نہیں،

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا، اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا (عنکبوت ۲۰/۲)

تم لوگ خدا کو چھوڑ کر صرف بتوں کو پوج رہے ہو اور جھوٹی باتیں گڑھ لیتے ہو، تم جن کو خدا کے سوا پوجتے ہو وہ تمھارے رزق کا بھی اختیار نہیں رکھتے،

جسطرح ان آیتوں میں تصریح کے ساتھ بتوں کی مجبوری اور بیچارگی دکھلائی گئی ہے، کہ مٹی اور پتھر کی بنائی ہوئی بے جسم و جان مورتیں، جنھیں تم پوجتے ہو، وہ نہ تمھاری دعاؤں کو سنتی ہیں، نہ تمھیں کسی طرح کا نفع اور ضرر پہنچا سکتی ہیں، نہ ان کے ہاتھوں میں تمھاری روزی ہے، اسی طرح حافظ صاحب کی پیش کردہ آیات کا بھی اس سے زیادہ کوئی منشا نہیں،

غرض ان کے اس قیاس سے ان پر صرف یہی جرم عائد نہیں ہوتا، کہ انھوں نے تصریحات قرآنی کے خلاف محض قیاس اور اجتہاد سے کام لیا، بلکہ اس سے بڑا جرم یہ ہے، کہ انھوں نے صلحاء و اولیاے امت اور انبیا علیہم السلام کی شان میں دیدہ و دانستہ بے ادبی کی، جو یقیناً مسلمانان عالم کے نزدیک لائق عفو نہیں ہوسکتی، اس لئے کہ مشرکین اور ان کے معبودان باطل کی مقررہ اور مجوزہ سزا سے کون مسلمان واقف نہ ہوگا، محض اثبات مدعا کے لئے اولیاء اور انبیاء کو مشرکین کے معبودان غیر خدا میں شامل کردینا، دیدہ و دانستہ گستاخی نہیں، تو اور کیا ہے؟

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ　　وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

عذاب و ثواب برزخ کی نفی کا قیاس، جس قیاس پر مبنی تھا، اسکی پوست کندہ حقیقت ظاہر ہوچکی، کہ وہ سراسر بے بنیاد ہے، اسلئے عالم برزخ میں عدم حیات و عدم شعور و احساس، و عدم علم و عدم سماع وغیرہ کا دعوی بھی مطلقاً ثابت نہ ہوسکا، اور جب عالم برزخ میں عدم حیات و شعور و احساس وغیرہ ثابت نہیں، تو عذاب و ثواب برزخ کے انکار کی بھی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی،

بالفرض معترض کے اس قیاس کو بلا دلیل مان بھی لیا جائے کہ عالم برزخ مین جسم انسانی مین نہ حیات ہے، نہ شعور نہ احساس، نہ سننا نہ دیکھنا جب بھی یہ قیاس کسی طرح ماننے کے قابل نہین، کہ جب عالم برزخ مین جسم انسانی کو حیات و شعور و احساس نہین، تو عذاب و ثواب بھی نہین، اس لئے کہ ابھی اوپر بیان کیا جاچکا ہے، کہ عالم برزخ کا ثواب و عذاب روح کو عالم خواب کی طرح ہوگا،

مختصر یہ کہ ایسی قیاس آرائیون پر، جسکا ثبوت خود ایک دوسرے قیاس کے ثبوت پر موقوف ہے، اعتقاد کے باب مین اعتماد نہین کیا جاسکتا، میرا مطالبہ یہ ہے، کہ ثواب برزخ، اور عذاب برزخ کی نفی مین کوئی نص صریح پیش کرسکتے ہون تو پیش کیجئے،

عذاب و ثواب برزخ کی تردید کے لیے، اس دلیل اور قیاس کی جو وقعت ہوسکتی ہے، اس کا اندازہ معترض نے غالبًا خود بھی کرلیا، اس لئے اب ایک دوسری دلیل کی طرف توجہ کیجاتی ہے لیکن افسوس وہ بھی محض قیاس ہے:

"اب مین قرآن کی اس تصریح کو دکھاتا ہون، کہ موت اور قیامت مین فصل زمانی نہین ہے، جو مرگیا درحقیقت اسکی قیامت قائم ہوگئی، چنانچہ کفار جسوقت اٹھائے جائین گے، گھبرا کر کہین گے،

یَاوَیْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۞ — ہائے ہماری شامت ہم کو ہماری خوابگاہ سے کس نے اٹھایا؟"

عالم برزخ کے غیر زمانی ہونے کے لیے یہ ثبوت محض ناکافی ہے، اس لئے کہ اگر برزخ غیر زمانی ہوتا، تو مجرمین کی طرح نیکو کار بھی اس کا اندازہ نہ کرسکتے، حالانکہ معترض نے جو آیت مجرمین کے متعلق نقل فرمائی ہے، اس مین تصریح موجود ہے، کہ نیکو کارون کو برزخ کی مدت کا علم ہوگا، وہ مجرمین کو بتائین گے، کہ تم عالم برزخ مین قیامت تک ٹھہرے رہے، اور یہ قیامت کا دن ہے،

وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ كَذٰلِكَ كَانُوْا یُؤْفَكُوْنَ — اور جس دن قیامت قائم ہوگی، مجرمین قسم کھائین گے کہ وہ ایک گھڑی سے زیادہ نہین رہے، اسی طرح وہ بھٹکائے

ـــــــــــــــــــــــــ

[1] یہان اور جہان جہان حافظ صاحب کے مضامین سے آیتین نقل کیگئی ہین وہان انکے حوالہ کیلئے حافظ صاحب کے نشان پر اعتماد کیا گیا ہے،

جاتے تھے، اور جن کو علم اور ایمان دیا گیا ہے، وہ کہین گے کہ تم اللہ کے نوشتہ مین حشر تک رہے، پس یہ حشر کا دن ہے، لیکن تم اسکو نہیں جانتے تھے،

وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (روم-۶)

اس لئے مجرمین کے اس قول سے کہ "ہماری خوابگاہ سے ہمین کس نے اٹھایا" عالم برزخ کے غیر زمانی ہونے کا قیاس بھی ناقابل قبول ہے، اور اس قول سے کہ "ہم ایک گھڑی سے زیادہ نہین ٹھہرے" یہ قیاس بھی بے معنی ہے، کیا ان مجرمین پر عالم برزخ مین عذاب ہوتا تو یہ لاکھون بلکہ کرورون برس کی مدت کا اندازہ نہ کرتے کیونکہ مصیبت کی گھڑی تو بہت کٹھن ہوتی ہے؟

اسی قسم کے بے سروپا قیاس کے متعلق قرآن کریم نے کہا ہے کہ

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ، ۱۳۹/۶ — تم لوگ محض ظن کی پیروی کرتے ہو اور صرف اٹکل دوڑاتے ہو،

اس کی زیادہ سے زیادہ وجہ یہ قرار دیجا سکتی ہے، کہ ہر خواب غفلت سے بیداری کے بعد انسان وقت کا صحیح اندازہ نہین کرسکتا،

اصحاب کہف نے سیکڑون برس کے خواب غفلت سے بیداری کے بعد یہی کہا کہ

لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ، (کہف ۱۵/۲) — ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم ہی (سوئے) رہے،

کسی تھکے ہارے، منزل مارے ہوئے مسافر کو جب خواب غفلت سے بیدار کیا جائے، گو وہ پہرون سوتا رہا ہو، تو یہی کہیگا کہ ہم تو ابھی سوئے تھے، لیکن کیا اس کے اس جواب سے کوئی آدمی یہ فیصلہ کرسکتا ہے، کہ عالم خواب مین اس نے روح فرسا مناظر اور دردناک سمان نہین دیکھے، اور اس کو نیند مین کسی طرح کے رنج والم اور درد و تکلیف کا احساس نہین ہوا،

علاوہ ازین حافظ صاحب جن دلائل سے عذاب و ثواب برزخ کی تردید فرمارہے ہین، ان سے خود ان کے

خلاف نتیجہ نکلتا ہے، اور انھین دلائل سے عذاب و ثواب برزخ پر استدلال کیا جاسکتا ہے،

حافظ صاحب فرماتے ہین کہ موت اور قیامت مین فصل زمانی نہین ہے، جو مرگیا درحقیقت اس کی قیامت ہو
ہوگئی جب موت ہی قیامت ہے، تو پھر ثواب و عذاب قیامت کی تصریحات کو حشر تک کیون ملتوی سمجھا جائے، جس کی
قیامت ہوگئی اس کے لئے عذاب و ثواب قیامت بھی شروع ہوگیا،

کہان تو حافظ صاحب عذاب و ثواب برزخ کے شدت سے منکر تھے، اور کہان شہدا کی حیات برزخیہ کو بلا چون
وچرا تسلیم کرتے ہین، حالانکہ وہ بھی ثواب برزخ ہی کا ایک اعلیٰ درجہ ہے،

فرماتے ہیں :۔

"شہدا یعنی مقتولین فی سبیل اللہ کے بارہ مین جو کہا گیا ہے کہ وہ مردہ نہین ہین، بلکہ زندہ ہین اوسکی حقیقت
یہ ہے کہ وہ عالم برزخ یعنی آڑ مین نہین ہین، بلکہ "عند ربھم" اپنے رب کی حضوری مین ہین، جہان ان کو
روزی ملتی ہے، وہ جان نکلتے ہی اس برزخ کو ایک دم پار کرجاتے ہین،"

درست! مگر سوال یہ ہے، کہ عبور دنیا سے پہلے وہ برزخ کو پھاند جاتے ہیں یا بعد؟ اصل بحث اور نزاع تو یہی ہے
کہ مرنے کے بعد ہی عذاب و ثواب شروع ہوجاتا ہے، یا نہین؟ جب آپ نے یہ تسلیم کرلیا کہ شہدا جان نکلتے ہی حضوری
رب سے سرفراز ہوتے ہین، اور روزی پاتے ہین، تو پھر بات ہی کیا رہی؟ آپ نے ثواب بعد از موت یا بالفاظ
دیگر ثواب برزخ کو تسلیم کرلیا، اور جس آیت سے آپ نے ثواب برزخ کو تسلیم کیا، اسی کے بعد والی آیت پر اگر تعصب
کی عینک اتار کر ایک نظر فرمالیتے تو شاید عذاب برزخ کو مان لینے مین کوئی عذر نہ ہوتا،

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ	وہ (شہدا) خوش ہین اس چیز سے جو خداوند عالم نے انھین اپنے
يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ	فضل سے عطا فرمائی، اور جو لوگ ان سے نہین ملے ہین ان کے
مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ	پیچھے رہ گئے ہین، ان کی بھی اس حالت پر خوش ہوتے ہین کہ ان
يَحْزَنُوْنَ، (آل عمران ۱۷)	پر بھی کسی طرح کا خوف نہیں اور نہ وہ مغموم رہین گے،

شہدا اپنے بعد آنے والے مجاہدین کے نتائج اور انجام معلوم کرکے خوش ہوتے ہین، کہ اگر وہ بھی خدا کی راہ مین قتل
ہوئے تو انھین بھی کوئی خوف وحزن نہ ہوگا، یعنی درمیان مین خوف وحزن کی منزل حائل ہو جسکو شہدا پار کرچکے ہین،

بہرکیف شہدا کی حیات برزخیہ کے ثبوت سے عالم برزخ کے ثواب پر استدلال اس قدر مسکت تھا کہ ہزار کھینچ تان کے
باوجود معترض کو ثواب برزخ تسلیم کرنا ہی پڑا گو وہ اسے بالفاظ دیگر ثواب بعد از موت یا عبور برزخ جو کچھ کہین لیکن ساتھ ہی یہ غلطی کی کہ اس ثواب
برزخ کو بلا دلیل شہدا کیساتھ مخصوص کردیا، اور صرف یہی نہین بلکہ یہانتک لکھدیا کہ

"یہ حضوری قرآن کی رو سے کسی دوسرے کو حاصل نہین خود نبی کو قیامت کے دن ہوگی،"

سوال یہ ہے کہ کیا نبی ناقد کی ہستی سے بھی کوئی فروتر ہستی ہے؟ جو الفاظ تعظیمی کے استعمال میں اس درجہ عار
ہے، اور کیا قرآن کی یہی تعلیم ہے،

یہ دلخراش الفاظ اگر کسی دشمن اسلام کے قلم سے نکلتے تو مقام تعجب نہ تھا لیکن حیرت تو یہ ہے، کہ یہ الفاظ
ایسے شخص کے قلم سے نکلے ہین، جو صرف مسلمان ہی نہین بلکہ قرآن پاک کا حامل بھی ہے، اور جو اپنی قرآن دانی اور
قرآن فہمی ثابت کرنے کے لئے مجتہدانہ شان بھی ظاہر کرتا ہے، کیا ناقد کو اس حقیقت کی خبر نہین، کہ حضور کی شان مین
نادانستہ بے ادبی کرنے سے بھی حبط اعمال کا خوف ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن پاک مین باربار اس کی تصریح ہے، ایک ادنیٰ
فرزند اسلام کو یہ کہتے ہوئے ذرا خدا کا خوف نہین ہوتا کہ حضور کے ادنیٰ خدام محض اس وجہ سے کہ اعلاے کلمۃ الحق مین
مارے جاتے ہین، یا تبلیغ اسلام مین جان دیتے ہین، حضوری رب سے سرفراز ہوتے ہین، مگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
جن کی بدولت انھون نے یہ سرفرازی پائی جنھون نے جذبۂ فدائیت کی ان مین یہ روح پیدا کی جن کی عمر مبارک کا
تمام حصہ تبلیغ اسلام مین مصائب وآلام کی نذر ہوا، جو اشاعت حق مین ہمیشہ سربکف رہے، وہ زندگی مین تو حضوری
رب سے سرفراز رہے، لیکن اس جہان سے تشریف لیجانے کے بعد حضوری رب سے محروم ہین، کیا کسی مسلمان کی سمجھ
مین یہ بات آسکتی ہے،

معترض اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ایک آیت پیش کرتا ہے، لیکن آیت کے نفس مضمون کو دعویٰ سے کوئی لگاؤ

نہین، وہ آیت یہ ہے،

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ	توبھی مرنے والا ہے اور وہ لوگ بھی مرنے والے ہین پھر
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ	قیامت کے دن اپنے رب کی حضوری مین اپنے اپنے جھگڑے پیش کروگے

اس آیت مین مرنے کی خبر ہے، کہ حضور صلعم بھی مرینگے اور سب لوگ بھی مرینگے، اور اس سے کسی کو بھی انکار نہین، انکار اس سے ہے کہ مرنے کے بعد حضور صلعم رب کی حضوری سے قیامت تک کیلئے محروم ہین اور اس آیت سے مدعی کے اس دعویٰ پر کوئی روشنی نہین پڑتی "ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ" سے بھی یہ کسی طرح ترشح نہین کہ آنحضرت صلعم حضوری رب سے محروم ہین، اور قیامت کے دن حضوری حاصل ہو گی، اسلئے کہ یہان ضمیر جمع کی استعمال ہوئی ہے، خاص حضور سے خطاب نہین، بلکہ خطاب عام ہے، دوسرے یہ کہ حضوری اور عدم حضوری کا اسمین ذکر نہین جھگڑا پیش کرنے کا ذکر ہے، اور جھگڑا تو بہرحال قیامت کے دن پیش ہوگا، جس دن مدعی مدعا علیہ اور گواہ سب حاضر ہونگے، شہدا جن کی حضوری رب کے آپ قائل ہین، کیا ان کے جھگڑے یوم حساب سے پہلے پیش ہوتے ہین؟

سید صاحب نے عذاب و ثواب برزخ کے ثبوت کے لیے جن آیات قرآنی سے استدلال کیا ہے، وہ اپنی اپنی جگہ اس درجہ اٹل ہین، کہ ان کی تاویل کی سعی، محض سعی لاحاصل ہے، چنانچہ حضرت ناقد سے ان مین سے کسی کی تاویل بھی بن نہ آسکی،

پہلی آیت جس سے سید صاحب نے عذاب برزخ کے لئے استدلال کیا ہے، یہ ہے:-

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى	ہم ان کو دو دفعہ عذاب دینگے، پھر وہ بڑے عذاب کی
عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝ ~~تو~~	طرف لوٹائے جائین گے،

بڑے عذاب سے تو قیامت کا عذاب قطعاً مراد ہے، اب اس سے پہلے دو دفعہ عذاب کا ذکر ہے ایک عذاب دنیا اور دوسرا عذاب برزخ، اس کی تردید مین حافظ صاحب کا جواب بلاکم و کاست درج ذیل ہے،

"کیا دنیاوی زندگی مین ان پر دو دفعہ عذاب کا ہونا محال ہے، خود اسی سورہ مین ہے،

اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ	کیا وہ نہین دیکھتے کہ وہ ہر سال ایک بار یا دو بار فتنے
مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ،	مین ڈالے جاتے ہین پھر بھی توبہ نہین کرتے،

جب اللہ ان کو ہر سال ایک بار یا دو بار فتنے مین ڈالتا ہے تو زندگی مین دو بار عذاب نہین دے سکتا، پھر کیون ایک عذاب دنیا مین اور ایک برزخ مین فرض کیا جائے، کیا اس آیت سے امام بخاری نے جو عذاب برزخ پر استدلال کیا تو اس سے کوئی قوت اسکی بڑھ گئی"

کیا جو خدا زندگی بھر مین دو عذاب دے سکتا ہے، وہ عالم برزخ مین عذاب نہین دے سکتا، پھر کیون عذاب برزخ سے انکار ہے؟ علاوہ ازین تاریخ سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ان گنہگارون کو قرآن کی پیشین گوئی کے مطابق دو دفعہ کون سا عذاب دیا گیا،

حضرت امام بخاری کے استدلال سے یقیناً اس کی قوت بڑھ گئی، اس لئے کہ قرآن دانی اور قرآن فہمی مین بلا شبہہ وہ ناقد سے بلند رتبہ تھے، انھین اکابر ملت کی دنیاے اسلام رہین منت ہے، جن کی بدولت آج قرآن کی افہام و تفہیم مین اس درجہ آسانیان فراہم ہین،

سید صاحب اپنے دعوی کے ثبوت مین کم از کم ایک یہی دلیل رکھتے ہین، کہ ایک جلیل القدر بلند پایہ مسلم الثبوت امام یعنی حضرت امام بخاری، ان کے ہمخیال ہین، لیکن ناقد نے تو یہ بھی بیان نہ کیا کہ یہ محض ذاتی خیال ہے، یا کسی امام بخاری کے خیالات کی ترجمانی؟

"س" کے داخل ہونے سے مضارع مستقبل قریب کے لئے مختص ہو گیا، یعنی بہت جلد کفار اور مجرمین کو ہم دو بار عذاب مین مبتلا کرینگے، ایک تو عذاب دنیا، جو مسلمانون کے ہاتھون ان کو غزوات کی صورت مین پہنچا اور دوسرا عذاب برزخ جس کا سلسلہ مرنے کے بعد ہی شروع ہو جاتا ہے، اور یہ دو عذاب بلا استثناء ہر کافر و مجرم کے ساتھ پیش آتا ہے، اگر یہ دونون عذاب دنیاوی زندگی مین تسلیم کر لئے جائین، تو کیا یہ مضمون تشنۂ تحقیق نہین رہ جاتا، کہ دنیاوی زندگی مین وہ کون سے دو عذاب الٰہی ہین، جو بلا استثناء ہر کافر و مجرم کو پیش آتے ہین؟ یا خاص طور سے کفار قریش کو پیش آئے

تاریخ اس بارہ مین کیا کہتی ہے، اکفار قریش پر وہ کون دو عذاب آئے جن سے قرآن کی پیشین گوئی پوری ہوئی، اس کے علاوہ دلالت کلام متقاضی ہے کہ یہ تینون عذاب یکے بعد دیگرے مسلسل ہون، اگر آپ دو عذاب دنیاوی زندگی مین تسلیم کرا جاتے ہین، تو عذاب عظیم کو عذاب برزخ مان لینے کی صورت مین مجھے کوئی عذر نہین،

سید صاحب نے عذاب برزخ کے ثبوت مین دوسری آیت یہ پیش کی ہے:-

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ	اور آل فرعون کو بڑے عذاب یعنی آگ نے گھیر لیا جس
اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا	وہ صبح و شام پیش کئے جاتے ہین، اور جس وقت قیامت
وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ	قائم ہوگی حکم ہوگا، کہ آل فرعون کو اس سے بھی زیادہ
اَشَدَّ الْعَذَابِ،	سخت عذاب مین ڈالو،

حافظ صاحب اسکی تاویل کے لئے یون رقمطراز ہوتے ہین:-

"آیت مین خود قیامت کی تصریح موجود ہے، لیکن ترجمہ غلط کیا گیا ہے، صحیح ترجمہ یہ ہے، اور واؤ اپنے ماقبل کی تفسیر کرتا ہے[1]،

آل فرعون کو برے عذاب آگ نے گھیر لیا جسپر وہ صبح و شام پیش کئے جائین گے، یعنی قیامت کے دن حکم دیا جائیگا کہ آل فرعون کو سخت عذاب مین داخل کرو، اسکی تصریح دوسری آیت مین بھی ہے،

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ	فرعون اپنی قوم کے آگے بڑھے گا، اور انھین جہنم مین
النَّارَ ۹/۱۱	اُتاریگا" قیامت کے دن"،

واؤ کو حرف تفسیر قرار دینے کی وجہ سے، جسکا عربی نحو مین کوئی ثبوت نہیں، ترجمہ مین جو خوبی اور ندرت پیدا ہوگئی ہے اس سے قطع نظر، مولانا نے "حاق" "گھیر لیا" ماضی کو حسب عادت مستقبل کے معنی مین استعمال کیا ہے، اسلئے ہزار کوشش کے بعد بھی سید صاحب کا مطلب ثابت ہوگیا، کہ قیامت کے پہلے آل فرعون کو عذاب نے نہین گھیر لیا،

[1] معارف: اس صحیح ترجمہ اور تفسیر کی غلطی اہل علم سے مخفی نہین، واو اس طرح یعنی کے معنی مین کہین نہین آیا،

اور یہی عذاب برزخ ہے،

دوسری آیت جو معترض نے نقل کی ہے، وہ اس آیت کے خلاف نہین، بلکہ آیت کے اس مضمون کی تصریح ہے،

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ	اور جب قیامت ہوگی حکم ہوگا کہ آل فرعون کو سخت
اَشَدَّ الْعَذَابِ،	ترین عذاب مین داخل کرو،

اس حکم کی تعمیل اس طرح ہوگی کہ

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ	فرعون قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے بڑھیگا اور
النَّارَ،	انھین جہنم مین اتاریگا،

سورہ یٰسین کی اس آیت سے سید صاحب نے ثواب برزخ پر استدلال کیا تھا،

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۳۵/۳۶	کہا گیا کہ تو جنت مین داخل ہوجا،

اس کے جواب مین حافظ صاحب لکھتے ہین:-

"لیکن یہ تو ایک شہید کا واقعہ ہے، اور سید صاحب نے بھی اس کو شہید تسلیم کیا ہے[1]، اور ہم ثابت کر چکے ہین، کہ شہدا عالم برزخ مین نہین رکھے جاتے، اس لئے اس سے برزخ کے ثواب کا ثبوت نہین ہوسکتا"

لیکن جب ما بہ النزاع ثواب بعد از موت اور عذاب بعد از موت قبل قیامت ہے، جسکا نام برزخ ہے، تو ثواب برزخ کے ثبوت کے لیے یہ ایک ناقابل انکار دلیل ہے، سید صاحب نے عذاب برزخ کے ثبوت مین ایک اور ایسی نص صریح پیش کر دی ہے، جو فی الحقیقت مقطع اور خاتمۂ سخن ہے،

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ	اور آپ اگر دیکھتے جس وقت گنہگار موت کی بے ہوشی مین
الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ	ہوتے ہین، اور فرشتے ہاتھ پھیلائے ہوتے ہین کہ اپنی جانو

[1] معارف:- سید صاحب نے روایات کی بنا پر اس کو شہید کہا ہے، قرآن مین اس کے شہید ہونے کی تصریح نہین، اس لئے حافظ صاحب اس کو شہید قرار دیتے مین قرآن پر اضافہ کے جرم کے مرتکب ہو رہے ہین،

اَخۡرِجُوۡۤا اَنۡفُسَكُمُ اَلۡيَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡهُوۡنِ بِمَا كُنۡتُمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ غَيۡرَ الۡحَقِّ وَكُنۡتُمۡ عَنۡ اٰيٰتِهٖ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ وَلَقَدۡ جِئۡتُمُوۡنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقۡنٰكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكۡتُمۡ مَّا خَوَّلۡنٰكُمۡ وَرَآءَ ظُهُوۡرِكُمۡ وَمَا نَرٰى مَعَكُمۡ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيۡنَ زَعَمۡتُمۡ اَنَّهُمۡ فِيۡكُمۡ شُرَكٰٓؤُا ﴿٩٥/٦﴾

کو نکالو، آج تم کو ذلت کی سزا ملیگی، اس وجہ سے کہ تم خدا کی شان مین جھوٹ بولتے تھے، اور اسکی آیتون سے اکڑتے تھے، اور تم لوگ تو ہمارے پاس اسی طرح تنہا آئے، جسطرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا، اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا وہ سب پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے، اور ہم تمہارے ساتھ ان سفارشیون کو نہین دیکھتے، جنکے بارے مین تم سمجھتے تھے، کہ وہ تمہارے امور مین ہمارے شریک ہین،

اب حافظ صاحب کی یہ تردید ملاحظہ ہو:-

"حالانکہ اس آیت مین مشرکون سے جو سوال کیا گیا ہے، کہ تمہارے سفارشیون کو تمہارے ساتھ نہین دیکھتے یہ دراصل حشر کی بات ہے، جس کی تفصیل اسی سورہ مین اس سے پہلے کردیگئی ہے"

کیا جو سوال حشر مین ہو، وہ برزخ مین نہین ہوسکتا، ؟ جو کھلے کھلے الفاظ کے مقابلہ مین اس سوال کو حشر کا سوال سمجھا جائے، اور محض اس احتمال پر نص صریح کے معنی کو بدل دیا جائے، کہ حشر کی تفصیل اسی سورہ مین اس سے قبل عالم ... بیان ہوچکی ہے[1]،

حافظ صاحب نے سید صاحب کے دلائل کی تردید مین جن بعید از قیاس امکانات سے اثبات مدعا کی کوشش فرمائی ہے اونکی حقیقت آفتاب کی طرح سامنے آچکی، اب سطور ذیل مین اس موضوع پر مزید روشنی ڈالی جاتی ہے۔

سوال برزخ:-

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوۡنَهُمۡ

یہانتک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے

[1] معارف:- اس آیت مین تصریح ہے کہ موت کے وقت یہ سوال ہوتا ہے، قیامت کے دن کا یہان نام نہیں، یہ اسوقت کا حال ہے جب خدا کے سامنے ایک ایک کرکے لوگ آتے ہین جسطرح ایک ایک کرکے پیدا ہوئے ہیں، قیامت کے دن لوگ اکٹھے ہوکر خدا کے سامنے جائینگے اسلئے یہ موت کے وقت کا حال ہے نہ کہ قیامت کا،

قَالُوۡۤا اَيۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ‌ؕ قَالُوۡا ضَلُّوۡا عَنَّا وَشَهِدُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا كٰفِرِيۡنَ‏ (اعراف ٤)

انکی جانون کو قبض کرنے کیلئے آتے ہین تو کہتے ہین کہ خدا کے سوا جنکو تم پوجتے تھے، وہ کہان ہین، وہ جواب دینگے کہ وہ سب ہم سے غائب ہوگئے، اور اپنے کافر ہونے کا اقرار کرینگے،

اِنَّ الَّذِيۡنَ تَوَفّٰٮهُمُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ ظَالِمِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَالُوۡا فِيۡمَ كُنۡتُمۡ‌ؕ قَالُوۡا كُنَّا مُسۡتَضۡعَفِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ‌ؕ (النساء ۵/۱۴)

جب فرشتے ایسے لوگون کی روحین قبض کرتے ہین جنہون نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا تو پوچھتے ہین تم کس (دین) مین تھے، وہ جواب دیتے ہین کہ ہم زمین مین مغلوب تھے،

چونکہ ان آیات[2] مین موت کے وقت کی تصریح ہے اسلئے یہ نہین کہا جاسکتا ہے کہ یہ "دراصل حشر کی بات ہے" آیتون کے الفاظ نہایت واضح ہین، اور سوال و جواب سے صاف ظاہر ہے، کہ یہ برزخ ہی کا سوال ہے،

عذاب برزخ:-

وَلَوۡ تَرٰۤى اِذۡ يَتَوَفَّى الَّذِيۡنَ كَفَرُوا‌ۙ الۡمَلٰٓـئِكَةُ يَضۡرِبُوۡنَ وُجُوۡهَهُمۡ وَاَدۡبَارَهُمۡ‌ۚ وَذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِيۡقِ‏ (الانفال ۱/۷)

اور اگر آپ دیکھین، جس وقت کہ فرشتے کافرون کی روح قبض کرتے جاتے ہین اور ان کے منہ پر اور پیٹھ پر مارتے جاتے ہیں اور کہتے ہین چکھو عذاب جلنے کا،

یہ نص صریح عذاب برزخ کے ثبوت کے لئے ایسی دلیل ہے، جس کی کوئی تاویل نہین ہوسکتی، تشریح کے ساتھ بتادیا گیا، کہ موت کے وقت ہی سے کفار کے عذاب کا دور شروع ہوجاتا ہے،

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوا امۡرَاَتَ نُوۡحٍ وَّامۡرَاَتَ لُوۡطٍ‌ؕ كَانَتَا تَحۡتَ عَبۡدَيۡنِ مِنۡ عِبَادِنَا صَالِحَيۡنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمۡ يُغۡنِيَا عَنۡهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيۡـئًا وَّقِيۡلَ ادۡخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيۡنَ‏ (التحریم ۲/۲۸)

اللہ تعالیٰ کفار کیلئے نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویونکی مثال بیان فرماتا ہے، کہ وہ دونون ہمارے بندہ صالحین تھے دو بندون کے نکاح مین تھین، ان دونون عورتون نے ان دونون بندون کی خیانت کی، تو وہ دونون نیک بندے اللہ کے مقابلہ مین ان کو کچھ کام نہ آئے، اور ان دونون عورتون

[2] معارف: یہ دونون مذکورہ بالا آیتین بھی سیرت ۴ صفحہ ۵۲۴ مین موجود ہین، [3] معارف:- یہ آیت بھی سیرت مین موجود ہے

ابھی بیان ہو چکا کہ "قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّۃَ" سے حافظ صاحب نے مقتولین فی سبیل اللہ کے عبور برزخ پر استدلال کیا ہے، اس لئے "قِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ" سے عذاب برزخ کی قطعیت میں "اگر مگر" کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی،

مِمَّا خَطِیْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا
فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا (نوح $\frac{۲۹}{۲}$)

اپنے گناہوں کی وجہ سے وہ غرق کئے گئے، پھر (بعد غرق) دوزخ میں داخل کئے گئے، اور خدا کے سوا ان کو کوئی بھی مددگار نہ ملا،

قوم نوحؑ کا تذکرہ ہے، اور ف تعقیب کے لیے، اس لئے غرق ہونے کے بعد ہی آگ میں داخل ہونا ماننا پڑیگا، یعنی ادھر غرقاب ہوئے، ادھر آگ میں داخل کئے گئے،

ثواب برزخ:۔

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّ
رَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ، وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ
اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ
الْيَمِيْنِ، (واقعہ $\frac{۲۷}{۳}$)

پس اگر (مرنے والا) مقربین سے ہے تو اس کے لئے راحت[1] رزق ہے، جنت نعیم ہے، اور اگر (مرنے والا) اصحاب یمین سے ہے تو آپ پر (مرنے والے) کی طرف سے جو اصحاب یمین سے (ہے) سلام ہو،

اس آیت سے قبل موت کا ذکر ہے اور کَانَ کی ضمیر "مرنے والے" کی طرف راجع ہے، اس لئے بلاشبہہ یہ ثواب برزخ ہی کا تذکرہ ہے،

اس آیت میں دو قسم کے ثواب کا ذکر ہے، ایک تو مقربین کا ثواب، جس کی تفصیل بیان کردیگئی ہے کہ وہ جان نکلتے ہی جنت نعیم میں پہنچ جاتے ہیں، دوسرے اصحاب یمین کا ثواب جس کی کوئی تفصیل تو نہیں، لیکن صاف ظاہر ہے کہ وہ مرنے والا جو اصحاب یمین سے ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہے، یعنی آرام سے ہے،

مقربین میں شہداء، اولیاء، انبیاء سب داخل ہیں، اگرچہ نا قدر نے جمہور مفسرین اور عام عقل انسانی کے برخلاف

---

[1] معارف:۔ یہ آیت بھی سیرت میں موجود ہے،

اولیاء اور انبیاء کو اس زمرہ سے خارج فرما کر مشرکین کے معبودان باطل کے زمرہ میں شامل کر دیا ہے، اور حضرت سرور کونین صلعم پر شہداء کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے "عبور برزخ" کی ایک نئی اصطلاح ایجاد فرمائی ہے،

علماء، اولیائے امت اور انبیاء کا "عبور برزخ"

اس مقصد پر حسب ذیل آیت شاہد ہے،

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ
لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا
يَجْمَعُوْنَ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِ۟لَى اللّٰهِ
تُحْشَرُوْنَ، (آل عمران $\frac{۱۷}{۴}$)

اور اگر تم لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاؤ، یا مر جاؤ تو ضرور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت اس سے بہتر ہے جس کو یہ لوگ جمع کر رہے ہیں اور اگر تم (فی سبیل اللہ) مارے جاؤ یا مر جاؤ تو بیشک اللہ کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے۔

یہ نص صریح شاہد ہے کہ فی سبیل اللہ قتل ہونے والے اور فی سبیل اللہ مرنے والے دونوں برابر ہیں اگر "شہداء" برزخ پار کر جاتے ہیں، "تو فی سبیل اللہ مرنے والے" بھی، مغفرت اور رحمت کا وعدہ اگر "شہداء" کے لیے جان نکلتے ہی پورا ہوتا ہے، "تو فی سبیل اللہ مرنے والوں" کے لئے بھی یہی حکم ہے، اگر "شہداء" حضوری رب سے سرفراز ہوتے ہیں، "تو فی سبیل اللہ مرنے والے" بھی، کیونکہ "لَاِ۟لَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ" میں فی سبیل اللہ مرنے والوں سے بھی خطاب ہے، یعنی شہداء اور فی سبیل اللہ مرنے والے جان نکلتے ہی سیدھے خدا کے پاس اٹھا کر پہنچا دیئے جاتے ہیں،

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ
رِزْقًا حَسَنًا وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ
لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ، (الحج $\frac{۱۴}{۸}$)

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ لوگ قتل کئے گئے، یا مر گئے، بیشک اللہ ان کو بہتر روزی رزق عطا فرمائے گا، اور بلاشبہہ خدا سب سے بہتر روزی دینے والا ہے، بیشک اللہ ان کو ایسی جگہ داخل کرے گا جس کو وہ پسند کرینگے،

اس آیت میں تصریح موجود ہے، کہ شہداء اور فی سبیل اللہ مرنے والے، دونوں روزی پاتے ہیں

اور اُن کی پسند کے مطابق انھین جگہ ملتی ہے، یعنی حضوریِ رب،

غرض یہ آیتین صلحاؔ و اولیاے امت اور انبیائ کے عبور برزخ، حضوریِ رب، اور روزی پانے کے لئے ایسی محکم دلیلین ہین، جنکا کوئی رد نہین ہوسکتا، ہان یہ کہدیا جاسکتا ہے، کہ انبیا و صلحاء اور محمد رسول اللہ صلعم کا لفظ تو ان آیات مین موجود نہین، لیکن ایک معمولی سمجھ والے انسان کی نظر مین بھی اس اعتراض کی جو وقعت ہوسکتی ہے، وہ ظاہر ہے، اس لئے کہ یہ حقیقت کسی دلیل کی محتاج نہین، کہ انبیا اور اولیاء سے بڑھکر کسی انسان کی موت فی سبیل اللہ نہین کہی جاسکتی، بلکہ ان آیتون مین انبیا اور اولیاء کی تصریح سے، اُس ارحم الراحمین کی رحمت بیکران محدود ہو کر رہ جاتی ہے، اور اس بلیغ پیرایۂ بیان نے اولیاء اور انبیاء کے ساتھ ان لوگون کو بھی شامل کرلیا، جو خدا کی راہ مین کوئی نیک کام کرتے ہوئے مرجائین،

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ، اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے

(الاعراف $\frac{9}{19}$) ہے،

سیرۃ النبی

جلد چہارم

منصب نبوت کی تشریح، قبل اسلام عرب کے اخلاقی حالات، صبح سعادت کا طلوع، تبلیغ نبوی کے اصول، رسول اللہ صلعم کا پیغمبرانہ کام، اسلام اور اس کے عقائد پر تفصیلی اور حکیمانہ مباحث

ضخامت ... صفحے، قیمت: اختلاف کاغذ سے ... تقطیع کلان،

"منیجر"

ایک غلط فہمی کا ازالہ

از

جناب حافظ اسلم صاحب جیراجپوری،

مارچ ۳۳ء کے رسالہ معارف مین میرے تبصرہ کا جو جواب شائع ہوا ہے اس مین میری نسبت سب سے پہلا لفظ جو موٹے حرفون مین لکھا گیا ہے وہ "منکرِ حدیث" ہے، چونکہ اس لفظ سے میرے متعلق ناظرینِ معارف مین غلط فہمی پیدا ہوگی، اس لئے مین چاہتا ہون کہ اس بارے مین اپنے خیالات خود بیان کردون تاکہ میرا عقیدہ واضح ہوجائے،

متواتر حدیثین جو دو تین سے زائد نہین ہین اور وہ بوجہ اپنے تواتر کے یقینی کہی جاسکتی ہین ان کو چھوڑ کر غیر متواتر حدیثین میرے نزدیک ظنی ہین یعنی ان کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یقینی نہین ہے، بیشتر احادیث کا ذخیرہ جنکو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے، اسی قسم مین داخل ہے، اور جہانتک مجھے علم ہے سوائے دو شخصون یعنی امام ابن تیمیہ اور ابن صلاح کے جو صحیح بخاری کی حدیثون کو یقین کا درجہ دیتے ہین، بقیہ ائمہ نے سب کو ظنی ہی قرار دیا ہے، اور تصریح کردی ہے کہ وہ مفید علم یقین نہین ہین، اگر کسی حدیث کی نسبت یہ یقین ہوجائے کہ وہ رسول اللہ صلعم کی زبانِ مبارک سے اسی طرح بیان ہوئی ہے، تو پھر اس کے بارے مین کوئی بحث ہی نہین رہجاتی،

ان احادیث مظنونہ کے متعلق میرا مسلک یہ ہے کہ ان کا تعلق قرآن کریم کے ساتھ قائم کرنا ضروری ہے، جو حدیثین قرآن کے مطابق ہون وہ مسلّم ہون اور جو مخالف ہون وہ غیر مسلم، ان دونون قسمون کے علاوہ جو حدیثین ہون وہ اگر قرآن کی کسی اصولی تعلیم کے تحت مین آتی ہون تو قبول کیجائنگی،

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسّی معجزات کا جو انکار مین نے کیا ہے اس کی وجہ یہ نہین ہے کہ مین حدیث کا منکر ہون بلکہ یہ ہے کہ متعدد آیات سے جنکو مین نے اس مضمون مین نقل کردیا ہے، مین یہی سمجھ سکا ہون کہ قرآن تصریحاً

ان سے انکاری ہے، خود بخاری کی یہ حدیث بھی،

ما من نبی من الانبیاء الا اعطی من | ہر پیغمبر کو اللہ نے اس قدر معجزے دیئے کہ جنکو دیکھکر لوگ ایمان
الایات ما مثلہ امن علیہ البشر و انما | لائے مگر مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ صرف وہ وحی ہے جسکو اللہ
کان الذی اوتیت وحیا اوحاہ اللہ الی | میری طرف بھیجتا ہے،

مین نے استشہاداً پیش کی ہے،

یہی صورت عذاب برزخ کی ہے، جو لوگ اسکا ثبوت دینا چاہین ان کے لئے لازم ہے کہ پہلے قرآن سے روح کے اندر احساس، شعور بلکہ زندگی یعنی عذاب و ثواب سے اثر پذیری کی صلاحیت اور سب سے بڑھ کر یہ کہ زمانہ ثابت کریں برزخ، فہم میں قرآن ان چیزون سے انکاری ہے، چنانچہ مین نے وہ آیات نقل کردی ہین، اس لئے مین قرآن سے یہی سمجھ سکا ہوں کہ جو مردہ دنیا سے جاتا ہے وہ سیدھا محشر مین جاتا ہے، برزخ کا زمانہ اس پر نہیں گذرتا، یہ حدیث کہ من مات فقد قامت قیامتہ قرآن کے بالکل مطابق ہے،

غرض عقائد مین نص قرآنی درکار ہے، حدیثین جو اس کے موافق ہون گی مسلم ہونگی، صرف حدیثون پر کسی دینی عقیدہ کی بنیاد نہیں قائم ہو سکتی، مثلاً مہدی آخر الزمان یا مسیح دجال کا عقیدہ جنکا نام و نشان بھی قرآن مین نہین ہے، میرے نزدیک دینی عقیدہ نہین ہو سکتا،

تقدیر کو مین نے خود قرآنی مسئلہ لکھا ہے، اسکی اہمیت سے بھی انکار نہین، میرا قول صرف یہ ہے کہ اس کو اجزائے ایمان میں قرآن نے داخل نہین کیا ہے، جیسا کہ علماء نے کیا ہے، اور یہ میرے خیال مین زیادتی ہے،

عقائد کے بعد عمل مین میرا خیال یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے سارے احکام پر عمل کرکے اور لوگون سے عمل کرا کے امت کو دکھا دیا، جو امت کے پاس تعامل یعنی عمل متواتر کی صورت مین نسلاً بعد نسلٍ چلا آتا ہے، اس لئے اس کے یقینی ہونے مین کوئی شبہہ نہین، اس کا بیان جن احادیث میں ہے وہ مسلم ہونگی،

الغرض حجیت و عدم حجیت حدیث کی ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے، کہ حدیثین چونکہ ظنی ہین اس لئے اس کی قبولیت کے واسطے شرط یہ ہے کہ وہ یقینیات کے مخالف نہ ہون، اور اس باب مین یقینی دو چیزین ہین قرآن کریم اور عمل متواتر، اور یہی دونون نفس دین ہین، اور حدیثین تاریخ دین ہین جنکا رد و قبول ان کے نفس دین کی مطابقت و مخالفت پر مبنی ہے،

مثلاً اسی جواب تبصرہ مین آیت السارق والسارقۃ الآیۃ درج کرکے لکھا گیا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارق کے ہاتھ پہنچے سے کاٹنے کا حکم دیا، یہی مین بھی کہتا ہون کہ یہ وہی اسوہ ہے جو قرآن سے ثابت ہے اور جس کو بار بار مین اپنی تحریرون مین ظاہر کرچکا ہون، یعنی

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ | تمھارے لئے رسول کی ذات مین اچھا نمونہ ہے،

اس اسوۂ حسنہ کا انکار خود قرآن کا انکار ہے،

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ | ہدایت نمایاں ہوجانے کے بعد جو کوئی رسول کی مخالفت کریگا اور
لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ | مسلمانون کے راستہ کے خلاف راستہ اختیار کریگا تو اسکو
نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ (ن ۱-۱۷) | اسی پر چلائینگے اور (آخرکار) جہنم مین جلائینگے،

اس مختصر سی توضیح کے بعد اگر غور کیا جائے تو میرا مسلک حقیقت سے بعید نہین، دوسرون مین اور مجھ مین اگر فرق ہے تو یہ ہے کہ مین قرآن ہی کو دین کا محور سمجھتا ہون، اور احادیث اور قدماء کی تشریحات کو اسکی مطابقت کی وجہ سے تسلیم کرتا ہون، یہ نہیں کہ آیات قرآن کو ان کے صحیح مفہوم سے موڑ کر احادیث اور سلف کے اقوال کے مطابق کردون، یہی میرے نزدیک قدامت اور سلف پرستی ہے جو ناجائز ہے کیونکہ قرآن کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے،

مین یہ ہرگز نہین کہتا کہ مین نے جو کچھ آیات کا مفہوم سمجھا ہے اسی پر سب کو ایمان لانا چاہئے، بلکہ میرا ایمان اسی پر ہے جو قرآن کا حقیقی مفہوم ہے، مین غلط بھی سمجھ سکتا ہون، یعنی سمجھنے مین غلطی بھی کرسکتا ہون، اور جب مین دوسرون کی قرآن فہمی مین بھی غلطی کے امکان کا قائل ہون تو اپنی سمجھ کو کب یہ درجہ دے سکتا ہون، کہ عین حقیقت کہون، لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ میرے اطمینان کے لئے تو بہر صورت میری ہی بصیرت ہے، مثلاً آیت زیر بحث

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ | اور پوجتے ہین اللہ سے نیچے جو چیز نہ برا کرے انکا اور نہ بھلا،

وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ، (پ۱۱ ع۱)

اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس، تو کہہ کیا تم اللہ کو جتاتے ہو جو اس کو معلوم نہیں کہیں آسمانوں میں نہ زمین میں،

یہ ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب مرحوم کا ہے، میرا ترجمہ یہ ہے،

"اور وہ اللہ کے سوا ان کی پرستش کرتے ہیں، جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکتے ہیں نہ نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں، کہہ دے کہ کیا تم اللہ کو ان لوگوں کے ذریعہ سے خبر پہنچاتے ہو جنکو آسمانوں اور زمین کی کسی شے کا علم نہیں"،

میں جس قدر بھی امعانِ نظر سے دیکھتا ہوں اپنے ہی ترجمہ کو صحیح پاتا ہوں، کیونکہ مشرکین جنکو پوجتے تھے ان کی خبر اللہ کو نہیں دیتے تھے بلکہ ان کے ذریعہ سے اپنے حال کی خبر اللہ تک پہنچانا چاہتے تھے، اور یہی معنی سفارشی بجھنے کے ہیں،

اہل سنت یا کسی خانوادۂ علم کی نسبت رائے کا اظہار کرکے میرے خلاف جذبات بھڑکانے کی جو کوشش کیگئی ہے اسکی نسبت میں صاف کہدینا چاہتا ہوں کہ فرقہ بندی کو قرآن نے شرک اور کفر قرار دیا ہے، اس لئے میں کسی فرقہ کے نام سے اپنے کو روشناس کرانے میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور صرف مسلمان بننا چاہتا ہوں، جن بزرگانِ کرام سے اسلام ہم تک پہنچا ہے، ان کا ممنون ہوں اور ان کے حق میں یہ قرآنی دعا کرتا ہوں،

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ،

اے اللہ ہمکو بھی بخش دینا اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گذر گئے،

لیکن ان کا مقلد نہیں ہوں، قرآن فہمی کا جس طرح ان کو اہل مانتا ہوں اسی طرح اپنے کو بھی اور ان تمام اہل علم مسلمانوں کو بھی جن کے لئے قرآن اتارا گیا ہے،

معارف:-

"چند غلط فہمیوں کا ازالہ"

سب سے پہلے حافظ صاحب ممدوح کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ انھوں نے احادیث کے متعلق اپنی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش فرمائی ہے، اور ان کی زبان سے یہ سنکر خوشی ہوئی کہ خدانخواستہ ان کو احادیث سے انکار نہیں، ہم کو موصوف کے اس دعوی کے اظہار کو قبول کرنے میں پس و پیش نہیں لیکن جو شخص "منکرین حدیث کے دلائل" اور "وضع احادیث" وغیرہ کا پرجوش مصنف، اور فن حدیث کے اسلامی کارنامہ کی بار بار توہین کرنے والا ہو اس نے اپنے متعلق لوگوں میں خود غلط فہمی پیدا کی ہے، یا معارف نے؟ امید ہے کہ موصوف اپنے اس اعلان کے بعد "منکرین حدیث کے دلائل" کی طرح کوئی اور مضمون لکھکر اس اظہارِ برأت کو خود مجروح کرنے کی کوشش نہ فرمائیں گے،

موصوف احادیث متواتر کو مانتے ہیں، مگر اس قسم کی متواتر حدیثیں ان کے زعم میں دو تین سے زائد نہیں لیکن انکو درحقیقت متواتر کے معنی میں مغالطہ پیش آیا ہے،

متواتر کی دو قسمیں ہیں، متواتر لفظی اور متواتر معنوی، متواتر لفظی وہ خبر ہے جس کی روایت کے تمام الفاظ بھی یکسان اور متواتر ہوں، یعنی اس میں لفظی کمی و بیشی بھی نہیں ہوئی ہو، جیسے قرآن پاک، ان معنوں میں متواتر احادیث یقیناً دو تین سے زائد نہیں ہونگی، لیکن دوسری قسم متواتر معنوی کی ہے، یعنی وہ خبر جس کی روایت میں تمام راویوں کے الفاظ گو یکسان نہ ہوں، تاہم معنی و مراد میں ہر عبارت کا کوئی ایک مشترک مفہوم ہو، مثلاً آنحضرت صلعم سے مطلق معجزات کا صدور گو کسی لفظی تواتر سے ثابت نہیں مگر بکثرت واقعات کے معنوی تواتر سے یقیناً ثابت ہے اسی طرح آنحضرت صلعم کے غزوات و سیر اور اسلام کے ضروری احکام و اوامر و نواہی کے روایات بھی تواتر معنوی سے ثابت ہیں غیر متواتر حدیثیں صاحب مضمون کے نزدیک تمام تر ظنی ہیں،

اس میں تین باتیں قابلِ عرض ہیں، اوّل یہ کہ یہ موصوف کا اپنا ایک خیال ہے، جبکہ تمام اہل علم کے نزدیک صحیح اور تمام مسلمانوں کے نزدیک قابل قبول ہونا ضروری نہیں، ایسی شاذ اور غیر مسلم رائیں کتنی ہوتی ہیں، اور ہو سکتی ہیں

دوم یہ کہ غیر متواتر کی مختلف قسمین ہین، مشہور و مستفیض، عزیز و غریب، مثلاً ایسی روایتین جو بیس پچاس ساٹھ صحابہ سے متفقاً مروی ہین، ان کو بھی ظنی اور ناقابل یقین قرار دینا، صحابۂ کرام اور دوسرے ثقہ اور صالح مسلمانون کے ساتھ ناروا سوءِ ظن ہے، مثلاً آنحضرت صلعم کی طرف جھوٹی حدیث کی نسبت کی وعید سو صحابیون سے، آنحضرت صلعم کی شفاعت کی حدیثین چالیس سے زیادہ صحابیون سے، حوضِ کوثر اور موزون پر مسح کی خبر بھی قریب ستر صحابیون سے اور بنائے مسجد کے ثواب کی حدیث بیس صحابیون سے مروی ہے، علماء نے اس قسم کی اسّی حدیثین گنائی ہین، جن کے راوی اتنے کثیر ہین کہ اُن کو جھوٹا اور ناقابلِ اعتبار کہدینا ایک مسلمان کے لئے بآسانی ممکن نہین ہے،

تیسری قابلِ عرض بات یہ ہے، کہ محدثین کی اصطلاح مین "ظنی" سے مقصود، مشکوک اور ناقابل اعتبار نہین ہے، بلکہ "ظنی" کے معنی یہ ہین کہ اسکی صحت کا پہلو راجح، اور شک کا پہلو کمزور ہے، یعنی اس کی صحت مین آپ عقلی احتمالات بعیدہ پیدا کر سکتے ہین، اور اس کا اطلاق وہ ان روایات اٰحاد پر کرتے ہین، کہ جنپر گو عقلی یقین کی بنا نہین ہو سکتی، مگر عملاً وہ قابلِ قبول اور قابلِ پیروی ہین،

یقین کی دو قسمین ہین، ایک یقین عقلی یعنی یہ کہ جس کا خلاف عقلاً محال ہو، اور دوسرے یقینِ عملی جس کے یہ معنی ہین کہ عقلی لحاظ سے گو آپ اس مین شکوک و شبہات اور بعید احتمالات پیدا کر سکتے ہین، مگر عملاً آپ اس پر یقین کرتے ہین اور اس خبر کے مطابق آپ عمل کرتے ہین، آپ کی طرف سے آپ کا یہ مضمون لکھا ہوا ڈاک سے ہم کو موصول ہوا، یقینِ عقلی و منطقی کے لحاظ سے ہم بالیقین یہ ثابت نہین کر سکتے کہ آیا آپ ہی کا مضمون ہے، مگر یقینِ عملی کے لحاظ سے تسلیم کرتے ہین، اور یہی سمجھکر آپ کو جواب دے رہے ہین،

چھپا ہوا معارف جب آپ کے پاس پہنچا جس مین آپ کے جواب مین ہمارا ایک مضمون تھا، تو آپ نے یقین کیا کہ یہ دار المصنفین کا چھپا ہوا رسالہ ہے، اور فلان مضمون فلان کا ہے، اور اسی یقین کی بنا پر آپ نے اپنا جواب لکھکر ہمارے پاس بھیجا، اب گو اس کا منطقی و عقلی یقین نہین کہ یہ ہمارا معارف ہی تھا جو آپ کے پاس پہنچا تھا، کوئی دوسرا غلط نام سے

لگا ہوا پرچہ نہ تھا، کسی نے فرضی چھاپ کر بھی نہین بھیجدیا تھا، الغرض عقلاً منطقی طور سے اس کے معارف ہونے پر سخت سے سخت اعتراضات ہو سکتے ہین، مگر خود آپ نے عملاً اس پر یقین کیا اور جواب لکھکر ہم کو بھیجا، اسی عملی یقین پر دنیا کا کاروبار جاری ہے، ورنہ عقلی یقین تو کسی چیز پر بمشکل ہی آسکتا ہے،

اب جو علما یہ کہتے ہین کہ یہ روایات غیر متواتر یقینی نہین، وہ نفی منطقی و عقلی یقین کی کرتے ہین، اور جو علماء ان کے بعض اقسام کو یقینی کہتے ہین وہ یقین عملی کے لحاظ سے کہتے ہین جس کے مطابق عمل کرنا درست ہوتا ہے، پھر جن علماء نے غیر متواتر حدیث کو منطقی و نظری لحاظ سے ظنی کہا بھی ہے انھون نے بھی عملی لحاظ سے اس کو ضروری العمل ہی قرار دیا ہے، اس مین سب متفق ہین، اس بنا پر ایک ابن تیمیہ اور ابن صلاح کیا، تمام علماء اور محدثین بلکہ تمام مسلمان اُس وقت تک اُس پر عمل کرنا ضروری قرار دیتے ہین، جب تک اس سے زیادہ صحیح روایت یا موثوق خبر اسکے خلاف نہو، دوسری صاحبِ مضمون کا خیال ہے:-

"ان احادیث مظنونہ کے متعلق میرا مسلک یہ ہے کہ ان کا تعلق قرآن کریم کے ساتھ قائم کرنا ضروری ہے، جو حدیثین قرآن کے مطابق ہون وہ مسلّم ہون، اور جو مخالف ہون وہ غیر مسلّم، ان دونون قسمون کے علاوہ جو حدیثین ہون وہ اگر قرآن کی کسی اصولی تعلیم کے ماتحت آتی ہون، تو قبول کیجائینگی،

کاش! "وضعِ احادیث" اور "منکرینِ احادیث کے دلائل" وغیرہ گمراہ کن مضامین کے بجائے صاحبِ مضمون نے اسی مسلک کے مطابق قرآنِ پاک اور احادیث کی خدمت کرتے تو مسلمانون کے شکریہ کے مستحق ہوتے، بحمد اللہ کہ اس سلسلہ مین ہم نے کچھ کام کیا ہے، اور وہ کبھی انشاء اللہ منظر عام پر آجائیگا،

بہرحال صاحبِ مضمون کا یہ مسلک کوئی نیا مسلک نہین، خود محدثین بھی قریب یہی کہتے ہین،

وحكمه انه يجب العمل به مالم — خبر احاد پر عمل کرنا واجب ہے جب تک کہ وہ قرآن یا رسول

يكن مخالفا للكتاب والسنة (ظفر الامانی ۳۵) — کی ثابت شدہ سنت کے خلاف نہ ہو،

لیکن اس بات کے لئے کہ یہ مضمونِ حدیث کسی آیت کے مطابق ہے یا نہین، انسانی فہم کی ضرورت پیش آتی ہے

اب ایک شخص کی تلاش وتحقیق کمزور ہے وہ کہدیتا ہے کہ فلان مضمون قرآن مین نہین، لیکن دوسرے کی تحقیق مین وہ ہے، یا یہ کہ ایک شخص ایک آیت کا ایک مفہوم سمجھتا ہے، دوسرا شخص دوسرا مفہوم سمجھتا ہے، اس اختلاف فہم کی بنا پر احادیث کے قبول ورد مین اختلافات پیش آسکتے ہین، مثلاً آپ کو اور سید احمد خان کو قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک آنحضرت صلعم کے حسی معجزات کا منکر ہے، لیکن اس سے پہلے تیرہ سو برس مین ایک مسلمان صاحب علم بھی ایسا نہین گذرا جس نے قرآن پاک پڑھکر یہ سمجھا ہو کہ "قرآن تصریحاً رسول اللہ صلعم کے حسی معجزات سے انکاری ہے" اب کس کی بات کا یقین کیا جائے ایک دو آدمیون کی رائے کا یا اکابر علمار کی جماعت کثیر کا؟

خود احادیث کو قرآن کی مطابقت کے باعث قبول کرنے اور نہ کرنے مین، اس کے مفہوم کے سمجھنے مین ذہن کی وساطت قائم ہے، اور اس لئے نتائج مختلف ہوتے ہین، چنانچہ صاحب مضمون نے ہماری پیش کی ہوئی اس حدیث کو مطابقت قرآن کی وجہ سے قبول کیا ہے،

مامن نبي من الانبياء الا اعطي من الآيات	ہر پیغمبر کو اللہ نے ایسے معجزے دیئے کہ جنکو دیکھکر لوگ ایمان لائے
ما مثله آمن عليه البشر وانما كان الذي	گر مجھے جو (معجزہ) دیا گیا وہ صرف وہ وحی ہے جس کو اللہ
اوتيت وحيا اوحاه الله الي،	میری طرف بھیجتا ہے،

اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے، کہ رسول اللہ صلعم کو قرآن کے سوا کوئی دوسرا معجزہ نہین دیا گیا، لیکن ہمارے نزدیک بلکہ تمام علمائے اسلام کے نزدیک صاحب مضمون نے اس حدیث کے سمجھنے مین غلطی کی ہے،

یہان بیان دعوت ایمان کے تعلق سے متحدی بہ معجزات کا ہے، جنکو پیغمبرون نے مخالفین کے سامنے اپنے دعوائے نبوت کے ثبوت مین پیش کیا، اور جنکو دیکھکر لوگ مسلمان ہوئے، نہ کہ نفس معجزات کا، جنکا تعلق دعوائے نبوت اور دعوت ایمان سے نہین، حضرت موسیٰ کو عصا کا سانپ بنجانا، اور ہاتھ کا چمک اٹھنا، یہ دو معجزے دیکر فرعون کے پاس بھیجا گیا، اور حضرت موسیٰؑ نے ان کو اپنی نبوت کے ثبوت مین فرعون کے سامنے پیش کیا، لیکن حضرت موسیٰؑ سے اور بھی معجزے صادر ہوئے مثلاً یہ کہ پتھر سے چشمے نکلے، سمندر ان کے لئے شق ہوگیا، اور من وسلویٰ اترا، مگر ان معجزون کو انہون نے کفار کے سامنے

اپنی نبوت کے ثبوت مین پیش نہین کیا، آنحضرت صلعم کو وہ معجزہ جو نبوت کے دعویٰ کے ثبوت کے لئے بمنزلہ عصا و ید بیضا عنایت ہوا، وہ بیشک تنہا قرآن پاک ہے، لیکن اس کے یہ معنی نہین کہ آپ سے اثنائے وقائع مین دوسرے معجزات صادر نہین ہوئے، بلکہ بہت سے معجزات صادر ہوئے، مگر ان کو آنحضرت صلعم نے اپنے دعویٰ کے ثبوت مین کبھی پیش نہین فرمایا، اور نہ ہم پیش کرتے ہین، چنانچہ خود قرآن سے نبوت محمدیؐ کی توثیق وتصدیق مین نزول ملائکہ اور اسرائے مسجد اقصیٰ کو پیش نہین کیا ہے، بلکہ صرف اور تنہا قرآن کو پیش کیا ہے، اور یہی اس حدیث کا بھی منشا ہے،

اگر اس حدیث کا ہم وہ مطلب لین جو آپ سمجھنا چاہتے ہین تو اس ایک حدیث کی خاطر ہم کو قرآن کی بہت سی آیتون کی رکیک تاویل کرنی پڑے گی، اور کم از کم حدیث کی دو متواتر روایتون کا انکار کرنا پڑے گا، کیا یہ طریق عقل ہے،

اختلاف تحقیق وفہم کی دوسری مثال یہ ہے کہ صاحب مضمون کو قرآن مین برزخ کے عذاب وثواب کی کوئی آیت نہین ملتی، لیکن اس کے برخلاف تمام علمائے اسلام کو یہ آیتین ملتی ہین، اور ان کو انھون نے پیش کیا ہے، اور وہ ان کو احادیث صحیحہ کے مطابق نظر آتی ہین،

برزخ کے عذاب وثواب کی جو آیتین پچھلے مضمون مین موصوف کے سامنے پیش کیجا چکی ہین، اگر ان کو ان سے تشفی نہین ہوتی، تو اب اس کا علاج ہمارے پاس نہین، بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ ان کو شرح صدر عطا فرمائے، اور صریح آیتون کی غلط تاویل کے فتنہ سے محفوظ رکھے، اس سلسلہ مین من مات فقد قامت قیامته (جو مرا اس کی قیامت کھڑی ہوگئی) کے فقرہ کو حدیث کہکر جو صاحب مضمون نے پیش کیا ہے، وہ صحیح نہین، حدیث کی معتبر کتابون مین اسکا ذکر نہین، بعضون نے کہا ہے کہ وہ فضیل بن عیاض صوفی کا قول ہے، بعض ضعیف اور غیر معتبر حدیث کی کتابون مین بھی اسکو نقل کیا گیا ہے، مگر یہ ثابت نہین، اور اگر ثابت بھی ہو تو اس کا یہ مطلب ہے کہ موت کے بعد ہی سے میت سے سوال وجواب اور اس کا عذاب وثواب شروع ہوجاتا ہے، نہ یہ کہ مرنے کے بعد غیر محسوس طور سے ہزارون لاکھون برس مٹی ہوکر پڑے رہنے کے بعد جس مین کوئی سوال وجواب اور عذاب وثواب نہین قیامت جب کھڑی ہوگی تو سوال وجواب اور عذاب وثواب

شروع ہوگا، اس لحاظ سے یہ فقرہ تو صاحبِ مضمون کی تردید میں ہے، نہ کہ تائید مین، اس فقرہ کے مطابق گویا دو قیامتین ہیں، ایک شخصی دوسری عمومی، اس فقرہ مین (کہ جو مرا خاص اسکی قیامت کھڑی ہوگئی تمام دنیا کی نہین) شخصی قیامت کا ذکر ہے کہ یہ ہر مردہ کے ساتھ الگ الگ حالات اور اوقات مین پیش آتی رہتی ہے، اور بحث اس مجموعی قیامت مین ہے جس مین تمام مردے بیک وقت خدا کے سامنے پیش ہونگے، اور جزا و سزا پائینگے، فافھم،

اب تک صاحبِ مضمون کی تقریر یہ تھی کہ یقین صرف خبر متواتر سے پیدا ہوتا ہے، مگر اس تقریر سے نتیجہ یہ نکالا گیا کہ

"غرض عقائد مین نصِ قرآنی درکار ہے"

حالانکہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ "غرض عقائد مین رسول صلعم سے خبرِ متواتر درکار ہے" اور یہ بالکل صحیح ہے، خواہ وہ تواتر لفظی سے ثابت ہو یا تواتر معنوی سے، اور یہی کتب عقائد مین لکھا ہے،

اس موقع پر صاحبِ مضمون کو "عقائد" کے لفظ مین بھی مغالطہ ہوا ہے، لفظ عقائد جو عقیدہ کی جمع ہے متکلمین کی اصطلاح ہے، یہ لفظ نہ قرآن پاک مین آیا ہے، اور نہ حدیث نبوی مین، صحیح لفظ ایمان ہے، اور اس سے اسی قرآنی مفہوم مین چاہے "ایمانیات" بنا لیجئے، متاخرین کے ہان عقائد کا لفظ کبھی قرآن پاک کے ایمانیات کا مرادف ہوتا ہے اور کبھی اس سے زیادہ وسیع، معلوم نہین، صاحبِ مضمون نے اس کو کس معنی مین استعمال کیا ہے؟ مگر چونکہ وہ آگے چل کر مہدی اور مسیح دجال کو عقائد مین داخل کرنے پر اعتراض کر رہے ہین اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عقائد کو ایمانیات سے زیادہ وسیع معنون مین لے رہے ہین، اور یہی اونکی غلطی کا سبب ہے،

اگر وہ عقائد کو ایمانیات کے معنون مین لیکر کہتے کہ ان کے لئے "نص قرآنی درکار ہے" تو بے شبہہ انکا کہنا صحیح ہوتا، اور یہ سچ ہے کہ ایمانیات کے لیے جن کے قبول سے ایک کافر مومن بنتا ہے، "نصِ قرآنی درکار ہے" لیکن وہ عقائد کو ایمانیات سے زیادہ وسیع معنون مین استعمال کر رہے ہین، عقیدہ کے وسیع معنی یہ ہین، کہ رسول سے جو امور اور اطلاعین تواتر عمل یا تواتر نقل سے مروی ہین، ان کو صحیح باور کرنا، ان عقائد کے لئے نص قرآنی کی ضرورت نہین کہ اگر ان کے لئے نص قرآنی ہی موجود ہوتی تو ان کو تواتر عمل و تواتر نقل کے ذریعہ سے ماننے کی حاجت ہی کیا پڑتی،

بہرحال عقائد بمعنی دوم کے لئے نص قرآنی درکار نہین، بلکہ وہ تمام روایات جو نقلاً تواتر لفظی یا معنوی سے اور وہ تمام امور جو تواتر عمل سے ثابت ہین، ان کو صحیح و ثابت باور کرنا اور یقین کرنا بھی ان کا عقائد مین داخل ہوتا ہے، صاحبِ مضمون خود قرآن پاک سے الگ تواتر عمل سے ثابت شدہ چیزون کو دین کا ضروری حصہ قرار دیتے ہین، اور جب وہ دین کا ضروری حصہ قرار پائین تو ان کو رسول سے صحیح طور سے ثابت شدہ اور ضروری جاننا اور باور کرنا بھی ضروری ہوا، اور یہی "عقیدہ" کہلاتا ہے، حالانکہ ان مین سے بعض چیزین نص قرآنی مین مذکور نہین، مثلاً تواتر عمل یا تواتر نقل کی بنا پر حسب ذیل امور پر وہ بھی اعتقاد رکھتے ہین،

۱- ہر مومن پر دن رات مین پانچ وقت نمازین فرض ہین،

۲- ظہر و عصر و عشا مین چار چار، فجر مین دو، اور مغرب مین تین رکعتین فرض ہین،

۳- مال کی معینہ مقدارون پر مقررہ رقمِ زکوٰۃ فرض ہے،

۴- نماز جمعہ مین دو رکعتین فرض ہین، اور ان کے قبل خطبہ ضروری ہے،

۵- نکاح بدون شاہدین ناجائز ہے،

وغیرہ وہ تمام امور جو صاحبِ مضمون کے نزدیک صرف تواتر عمل سے ثابت ہین، ان کو صحیح یقین کرنا ان کے عقائد بمعنی دوم مین داخل ہے، مگر نص قرآنی سے ان کا ثبوت نہین،

مہدی آخرالزمان اور مسیح دجال کا عقیدہ بیشک قرآن مین نہین، اسلئے وہ اسلام کے ایمانیات کا جزء نہین، لیکن عقائد کے دوسرے معنی مین یعنی رسول کے ان اخبار کو صحیح جاننا جو نقل متواتر سے ثابت ہون وہ ان لوگون کے عقائد کا جزء ہین جو ان اخبار کے بنقل متواتر ثابت ہونے کے قائل ہین، علاوہ ازین جہانتک ہم کو معلوم ہے مہدی آخرالزمان کا عقیدہ بتصریح اہل السنۃ کے عقائد مین داخل نہین، بہرحال اگر صاحب مضمون کو ان روایات پر اعتبار نہین تو ان کو حق حاصل ہے، کہ وہ ان کے نقل تواتر سے انکار کرین، اور اس موضوع پر اپنے دلائل پیش کرین،

تقدیر کو جب صاحب مضمون قرآن کی تعلیم مانتے ہین، تو دونون کے تفصیلی ایمان کا بھی جزو ہوگا، مسئلہ تقدیر کو قرآن کی تعلیم بھی ماننا اور ایمان مفصل کے اجزا سے اسکو خارج بھی کرنا، تضاد کو یکجا کرنا ہے،

تواتر عمل کی نسبت مضمون نگار کا بیان صحیح ہے، صرف ایک بات کا اضافہ کرنا ہے، ہر اس کام کو جو عام طور سے مسلمانون کے اندر رواج پذیر ہو، اور مسلمان عملاً اس پر کاربند ہون، کیا تواتر عمل کی بنا پر صحیح مان لیا جائے گا، مثلاً آج مسلمان عموماً قبر پرستی کرتے ہین، تو کیا ان کے تواتر عمل کی بنا پر اس کو صحیح مان لیا جائے گا، یا تمام مسلمانون مین مروج مجالس میلاد کا رواج ہے تو کیا تواتر عمل کی بنا پر ان کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے گا، اور بھی بہت سے بدعات کا عملاً رواج عام ہے، تو ان سب کو تواتر عمل کہا جائیگا؛ اگر کہا جائیگا تو یہ غلطی ہے، اور اگر نہین کہا جائیگا تو کیون؟ آپ کہین گے کہ یہ اسلئے کہ عہد رسول ؐ سے یہ جاری نہین اب اس کے ثبوت کے لئے کہ عہد رسول ؐ سے یہ جاری ہین یا نہین، آپ کو رسول اللہ صلعم کے افعال و سنن کے ایسے محفوظ مرقع کی ضرورت ہے جس کو سامنے رکھکر آپ فیصلہ کر سکین کہ یہ رواج عام رسول ؐ کے وقت سے جاری ہے، یا بعد کو آ کر شامل ہو گیا ہے،

ایک اور بات یہ ہے کہ جہان تک متفق علیہ تواتر عمل کا تعلق ہے، مضمون نگار کی راے صحیح ہے، لیکن بعض ایسی باتین بھی ہین، جو متفق علیہ نہین ہین، مثلاً مسلمانون کا ایک فرقہ ہر نماز مین سورہ فاتحہ پڑھتا ہے، اور بغیر اس کے کوئی نماز درست نہین سمجھتا ہے، دوسرا فرقہ ہے، جو جماعت مین مقتدیون کو سورۂ فاتحہ پڑھنے سے منع کرتا ہے، اب تواتر عمل سے آپ ان دو طریقون مین سے کس کو صحیح سمجھتے ہین،

مسلمانون کی مختلف قومون، ملکون، اور فرقون کے اندر عملاً سینکڑون باتین باہر سے آ کر شامل ہو گئی ہین ان بیرونی باتون (بدعات) کو بیرونی اور خارج از دین قرار دینے کی صورت آپ کے نزدیک کیا ہو گی،

پھر اس کی ذمہ داری کیا ہے کہ مسلمان اپنے تواتر عمل کو اب تک محفوظ رکھے ہوئے ہین، اور آیندہ بھی محفوظ رکھین گے،

ان وجوہ سے اگر صحابہ کرام اور حضرات تابعین اور تبع تابعین نے رسول ؐ کی صورت عمل کو عملاً کے ساتھ

ساتھ روایۃً اور تحریراً بھی اوراق مین محفوظ کر دیا تو اسلام پر کتنا بڑا احسان کیا، احادیث صحیحہ کے آئینہ مین رسول ؐ کے عمل کی اصلی تصویر کو محفوظ کر دیا اور تواتر عمل سے اسکی تصدیق کر دی،

خدا کا شکر ہے کہ آپ تواتر عمل کے مطابق تمام حدیثون کو قبول کرتے ہین، نیز رسول ؐ کے اسوہ کو بھی تسلیم کرتے ہین، اب باقی کیا رہ گیا، بہرحال اب اس اعلان سے آپ کے متعلق وہ بہت سی غلط فہمیان غالباً دور ہو جائینگی، جو آپکے مضامین سے آپ کے متعلق پیدا ہو گئی تھین، امید ہے کہ اب آپ آخر تک اپنے اس اعلان کردہ مسلک پر قائم رہین گے، اور اسوۂ رسول ؐ کی تمام صحیح حدیثون کو قبول کرینگے، خواہ وہ متواتر ہون یا احاد،

اس طرح پر گویا آپ نے اپنے قول اول کے خلاف یہ تسلیم کر لیا کہ اخبار احاد متعلق اسوۂ رسول ؐ جن سے احکام قرآنی کی تشریح ہوتی ہے، قابل قبول ہین، وللہ الحمد،

ہم آپ کو آپکے اس اعلان پر دوستانہ مبارکباد دیتے ہین،

اور کھل جائین گے دو چار ملاقاتون مین!

اس کے بعد آپ فرماتے ہین:۔

"مین قرآن ہی کو دین کا محور سمجھتا ہون، اور احادیث اور قدما کی تشریحات کو اس کی مطابقت کی وجہ سے صحیح تسلیم کرتا ہون، یہ نہین کہ آیات قرآنی کو ان کے صحیح مفہوم سے موڑ کر احادیث اور سلف کے اقوال کے مطابق کرون، یہی میرے نزدیک قدامت پرستی اور سلف پرستی ہے، جو ناجائز ہے"؟

بات تو بہت صحیح ہے، مگر اس کا فیصلہ کون کریگا کہ "آیات قرآنی کو ان کے صحیح مفہوم سے موڑنے" کا جرم کس نے کیا ہے، کیا عجیب بات ہے کہ بے موقع "داؤد" کے معنی "یعنی" "شیطان" کے معنی "سانپ" "سحر" کے معنی "جھوٹ" "جن" کے معنی انسانون کا ایک گروہ وغیرہ آپ لین، اور آیات قرآنی کو ان کے صحیح معنی سے موڑنے کا جرم دوسرون پر عائد کرین، تیرہ سو برس کے متفقہ عقائد، احادیث اور اکابر علماے اسلام کے مطابق اگر ہم قرآن کو سمجھین تو قرآن کو اس کے اصلی مفہوم سے موڑنے کا جرم کرین، اور آپ متفقہ عقائد، احادیث، لغت، قواعد نحو، اور اکابر اسلام کی تحقیقات سے تنہا صرف

اپنے علم و فہم کی بنا پر مخالفت کریں تو وہ عین قرآن قرار پائے،

آیت مذکورہ کا جو ترجمہ تمام مفسرین و مترجمین کے خلاف آپ کرتے ہیں، اور آپ کو اس کے صحیح ہونے پر اصرار ہے، ہم اس کو غلط سمجھتے ہیں، قرآن پاک میں انبأ اور نبأ کے الفاظ کم از کم دس پندرہ موقعوں پر استعمال ہوئے ہیں، ہر جگہ ان کے بعد ب ہے، مگر ہر جگہ بلا استثناء یہ صلہ کی ب ہے، جو مفعول پر آتی ہے، کہیں بائے استعانت نہیں ہے، اس لئے قرآن کے تمام استعمالات کے خلاف ایک جگہ صرف اپنی فہم واحد کی وجہ سے بائے استعانت لینے میں قرآن پاک کے عام طرز و اسلوب سے آپ انحراف کرتے ہیں،

اسی آیت کے ہم معنی ایک اور آیت پیش کیجاتی ہے، جس میں "سفارشی" کا لفظ بھی نہیں جس پر آپ کے استدلال کی بنیاد ہے،

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ ط اَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ط (رعد - ۵)

اور انھوں نے اللہ کے لیے شریک ٹھہرائے، کہو کہ تم ان (شریکوں) کے نام تو لو کیا تم خدا کو (ایسے شریکوں) کے ہونے کی خبر دیتے ہو جسکو وہ زمین میں جانتا بھی نہیں یا محض اوپری (بے اصل) بات خدا کو بتاتے ہو،

اہل علم غور کریں کہ عطف کی وجہ سے جو ب "بظاہر من القول" پر ہے وہی ب "بما لا یعلم" پر ہوگی، کیا صاحب مضمون خود بھی جرأت کر سکتے ہیں، کہ اپنے خیال کے مطابق وہ بظاہر من القول میں بائے استعانت مراد لے سکیں اور یہ کہ سکیں کہ ظاہری قول بھی عرب کا کوئی دیوتا تھا، اس بنا پر ناممکن ہے کہ بما لا یعلم میں بائے استعانت مراد ہو ورنہ ظاہری قول اور اوپری بات کو بھی ایک دیوتا ماننا پڑے گا، جسکے ذریعہ خدا کو خبر دی جاتی ہے،

آیت کا مطلب یہ ہے، کہ اہل عرب کو جو بتوں کی پوجا کرتے تھے، اور ان کو خدا کا شریک اور خدا کے ہاں شفیع جانتے تھے، اپنے مسلک کی نسبت گمان تھا کہ یہی اصل دین ہے، جو حضرت ابراہیم سے اب تک چلا آتا ہے، اور یہ کہ خدا ہی نے ہم کو ان کے شریک و شفیع سمجھنے کا حکم دیا ہے، یعنی کفار قریش اپنی بت پرستی

کو خدا کا دین سمجھتے تھے، جس طرح آج بھی کچھ لوگ بزرگوں کی قبروں اور اولیاء کی یادگاروں کی پرستش، منت اور ان سے درخواست دعا کو خدا و رسول کا دین سمجھتے ہیں، ان کفار قریش کے جواب میں یہ کہا جا رہا ہے کہ کیا تم خدا کو بتاتے ہو کہ دین حق کیا ہے، خدا کو تو ان بتوں کے شریک و شفیع ہونے کا علم نہیں، بلکہ اس کا علم یہ ہے کہ یہ بت خدا کے شریک و شفیع نہیں ہیں، جو بات خدا کے علم میں نہیں وہ قطعاً باطل ہے، اس لئے ان بتوں کا شریک و شفیع ہونا قطعاً باطل ہے،

اس آیت کا جو مطلب ہم نے بیان کیا ہے، اسکی صحت پر تین دلیلیں ہم نے پیش کی ہیں جنکی ذیل میں تلخیص کر دیجاتی ہے،

۱- قرآن پاک میں انبأ اور تنبأ کے بعد ہمیشہ صلہ کی ب آئی ہے، ذریعہ اور استعانت کی نہیں، اسلئے زیر بحث آیت میں بھی ایسی ہی ب ہوگی، نہ کہ استعانت کی جیسا کہ آپ سمجھتے ہیں،

۲- تمام زباندان، اور اصحاب علم، علمائے اسلام، مفسرین اور مترجمین نے یہی سمجھا ہے، اور بغیر کسی قوی دلیل کے ان سب کے خلاف جانا بڑی ذمہ داری کا کام ہے،

۳- اس زیر بحث آیت کے ہم معنی قرآن میں ایک اور آیت ہے جس میں آپ کا بیان کردہ مطلب قطعاً درست نہیں ہو سکتا، اسلئے اس آیت میں بھی نہیں ہو سکتا،

اہل سنت کی نسبت صاحب مضمون نے جس تحقیرانہ خیال کا اظہار کیا تھا، اس کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا ہمارا فرض تھا، تاکہ اہل سنت مسلمان ان کو اہل سنت میں سے سمجھکر دھوکا نہ کھائیں، باقی یہ کہ ان کے خلاف غلط بھڑکانے کی نیت سے کوئی بے اصل بات کہی گئی ہے، تو اولاً تو ایسا نہیں ہے، ثانیاً صاحب مضمون کو اپنی اسلامی پوزیشن کی نسبت مغالطہ نہ ہونا چاہیے، وہ نہ سیاسی لیڈر ہیں، نہ مذہبی متبوع عالم اور نہ کسی ذاتی رسالہ کے اڈیٹر ہیں جو ان کے خلاف جذبات کو بھڑکا کر کوئی فائدہ حاصل کیا جائے، صاحب مضمون سے زیادہ عزیز جامعہ ملیہ ہے اگر جامعہ ملیہ کے مدرس ہونے کی نسبت انکو حاصل نہ ہوتی تو شاید ان کے مضامین کی تردید کی ضرورت بھی پیش نہ آتی، فرقہ بندی کو قرآن پاک نے شرک و کفر تو کہیں نہیں کہا ہاں ایک معنی میں گمراہی بیشک کہا ہے، اسی لئے اہلسنت

نے اپنے لئے فرقہ بندی کا کوئی لفظ اختیار نہین کیا ہے، نہ کسی شخص خاص کی طرف اپنے کو منسوب کیا ہے، سنت کے معنی انہین دو اسوون کے ہین جنکو صاحب مضمون نے صحیح طور سے اس شد و مد کے ساتھ پیش کیا ہے یعنی تواتر عمل، اور اسوۂ رسول، اہلسنت وہ ہین جو دین مین نئی نئی بدعتون سے علٰحدہ رہ کر صرف اُس راہ پر چلتے ہین جو رسول کا اسوہ تھا، اور جو رسولؐ اور صحابۂ کرام کے تواتر عمل سے ثابت ہے، اسلئے اہلسنت ہونے کا اظہار نہ فرقہ بندی ہے، اور نہ کوئی ڈرنے کی چیز،

قرآن فہمی مین آپ کسی "خانوادۂ علم" کی تقلید یقیناً نہ کرین، مگر ان پر اعتراض کرنے مین بھی آپ اس وقت تک پیشدستی نہ کرین، جب تک ان سے زیادہ علم و عمل اور فضل و کمال پیدا نہ کر لین،

قرآن فہمی نصیحت پذیری، نکوکاری اور حصولِ معرفت کے لئے یقیناً ہر مسلمان کا حق ہے، بلکہ اس پر فرض ہے، لیکن قرآن پاک سے استنباط مسائل اور اجتہاد کے لئے علم و عمل کے کچھ شرائط درکار ہین، جنکا ہر شخص مین پایا جانا ضروری نہین، اور ان معنون مین قرآن فہمی کا اہل ہر مسلمان نہین،

آخر مین صاحبِ مضمون کے مزید غور کے لئے ایک نکتہ پیش ہے، امید ہے کہ وہ اس پر غور کرینگے، وہ کہتے ہین کہ

"حضور اکرم صلعم نے قرآن مجید کے سارے احکام پر عمل کر کے اور لوگون سے عمل کرا کے امت کو دکھلا دیا، جو امت کے پاس تعامل یعنی عمل متواتر کی صورت مین نسلاً بعد نسلٍ چلا آتا ہے"،

سوال یہ ہے کہ جسطرح حضور انور صلعم نے قرآن مجید کے سارے احکام پر عمل کر کے اور لوگون سے عمل کرا کے امت کو دکھلا دیا، کیا اسی طرح قرآن مجید کے سارے عقائد پر خود یقین کر کے اور لوگون کو اُن پر یقین دلا کر بھی دکھا دیا، یا نہین، اور وہ عقائد نقل متواتر کی صورت مین نسلاً بعد نسلٍ چلے آتے ہین یا نہین، اگر نہین آتے تو کیون نہین، کیا صحابہ اور تابعین ہی کے عہد مین یہ تواتر مٹ گیا، یا بعد کو؟ ہر حال مین اس تواتر نقل کا پتہ لگا کر ان کو قبول کرنا چاہئے، اور یہی اہلسنت کا مسلک ہے، اور اگر چلے آتے ہین تو اُنکے خلاف نئے نئے عقائد کی راہین تلاش کرنا اس تواتر سے بغاوت ہے یا نہین، جسکی اس شدت سے بجا طور پر آپ تلقین کرتے ہین، اسی کا دوسرا نام بدعت ہے، جس سے ہم آپ کو بچانا چاہتے ہین، والسلام علی من اتبع الھُدیٰ،

عالمِ برزخ

از

جناب مولٰنا ثناء اللہ صاحب امرتسری اڈیٹر "اہلِ حدیث"،

ذیل مین ہم اہلِ حدیث کے ایک مستند عالم کی تحریر شائع کرتے ہین، جنسے دو باتین ظاہر ہونگی، ایک یہ کہ حافظ اسلم صاحب کو ان کے مضامین کی بنا پر جیسا معارف نے سمجھا تھا ویسا ہی دوسرے اہلِ علم نے بھی سمجھا، اور ان کے سمجھنے مین معارف نے غلطی نہین کی، دوسری یہ کہ علاوہ دوسرے امور کے جن دو باتون پر ہم نے اُن کو ٹوکا ہے، اُن کی نسبت دوسرے اہلِ علم کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ وہ ان مین برسرِ باطل ہین،

"معارف"

جماعت اہلِ قرآن (منکرینِ حدیث) کے حق مین ہم اس امر کے معترف ہین کہ قرآن مجید کو پڑھتے اور غور کرتے ہین، باوجود اس کے بہت سے امور مین کل اہل اسلام سے مختلف ہین، ان کی مثال ہمارے نزدیک یہ ہے کہ ایک شخص کی ایک آنکھ بالکل بند ہو جائے اور دوسری دیکھنے لگ جائے تو بینائی کا کیا حال ہوگا؟ یہی حال ہے اہلِ قرآن کا، حدیث کی آنکھ تو بالکل بند ہے، رہی قرآنی آنکھ سو اس کی بینائی مین یون فرق آگیا ہے کہ قرآن مجید کو اپنی رائے کے ماتحت کرنے کی کوشش کرتے ہین،

گذشتہ ایام اور سنین مین ہم نے مولوی عبد اللہ چکڑالوی اور مولوی احمد دین امرتسری وغیرہ کی طرف توجہ مبذول رکھی تھی، اور جوابات کے سلسلہ مین ہم نے تفسیر بالرّاے کی کئی مثالین بتائی تھین، آج ہمارا روے سخن ایک جدید اہلِ قرآن کی طرف ہے، جنکا نام نامی ہے "مولٰنا حافظ اسلم جیراجپوری پروفیسر جامعہ ملیہ دہلی"

تردید حدیث کے گذشتہ ٹھیکہ دارون کے بعد آجکل حافظ اسلم صاحب نے یہ کام اپنے ذمہ لیا ہے، حافظ صاحب

کے مضامین مخالفہ مین سے آج جس مضمون پر ہم توجہ کرتے ہین وہ "عالم برزخ از روئے قرآن ہے"۔ اس مضمون مین مولن[ا] نے یہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ عام طور پر جو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بعد از موت تا قیام قیامت ایک مدت دراز ہے جس مین نیک و بد لوگ اپنے اعمال کے مطابق بدلہ پاتے رہین گے، پھر قیامت کے روز ان کا حشر ہوگا، یہ قرآن مجید سے ثابت نہین بلکہ عالم برزخ آپ کے الفاظ مین یہ ہے:-

"عالم برزخ قرآن کے نزدیک مطلق عالم ممات ہے، جس مین کسی قسم کی حیات کا شائبہ نہین ہے"۔ (جامعہ بابت جنوری ۱۹۳۴ء صفحہ ۵۷)

باوجود اس کے شہداء فی سبیل اللہ کے حق مین زندگی کے معترف ہین، چنانچہ فرماتے ہین کہ

"بیشک شہداء یعنی مقتولین فی سبیل اللہ کے بارے مین قرآن نے تصریح کردی ہے کہ وہ زندہ ہین، انکی حقیقت یہ ہے کہ وہ برزخ یعنی آڑ مین نہین رکھے گئے ہین، بلکہ "عند ربھم" اپنے رب کے حضوری میں ہیں جہان ان کو روزی ملتی ہے، وہ جان نکلنے کے ساتھ ہی اس برزخ کو ایک دم پار کر جاتے ہین"۔ (ایضاً ص۶۲)

اہلحدیث جس طرح قرآنی نص کے ماتحت آپ نے شہداء کو زندہ اور مرزوق مانا ہے، ہم ایک آیت آپ کی توجہ مین لاکر امید رکھتے ہین کہ ان لوگون کو بھی اس مد مین داخل فرمالین گے، وہ یہ ہے،

اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ، (پ۱۴ ع۱۰)

یعنی فرشتے جن لوگون کی ارواح ایسے وقت مین قبض کرتے ہین کہ وہ بداعمال کی نجاست سے پاک ہوتے ہین، انکو وہی فرشتے "سلام علیکم" کہکر کہتے ہین کہ جنت مین داخل ہوجاؤ کیونکہ تمھارے کام اسی قابل ہین"۔

اس آیت نے صاف بتادیا ہے کہ نیک اعمال کرنے والے صالحین کو موت کے بعد جنت مین داخل کیا جاتا ہے، جس پر غالباً حافظ صاحب موصوف کو بھی اعتقاد ہوگا، اسی طرح کفار ناہنجار کے ذکر مین فرمایا:-

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا

آل فرعون صبح، شام آگ کے سامنے پیش کئے جاتے ہین،

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ط (پ۲۴ ع۱۰)

اور جب روز قیامت قائم ہوگی اس روز حکم ہوگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب مین داخل کرو،

آیت سابقہ صالحین کے حق مین بعد موت جنت کا اظہار کرتی ہے تو دوسری آیت کافرین کے لئے متصل موت ہی عذاب کا ثبوت دے رہی ہے، یہی عالم برزخ ہے جس کی بابت ارشاد ہے،

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (پ۱۸ ع۶) ان کے آگے برزخ ہے حشر تک،

ہمارا دعوی تو ان دو آیتون سے ثابت ہے، اگر مولنا اسلم صاحب نے جو اس مضمون مین خرق عادت کمال کیا ہے اس کا اظہار نہ کرنا بھی غالباً موصوف کی بے قدری ہے، (اول) آپ نے اس آیت (النار یعرضون) کا ترجمہ یون کیا ہے

"آل فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا جس پر صبح اور شام پیش کئے جائین گے، یعنی قیامت کے دن حکم دیا جائیگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب مین داخل کرو"۔

حافظ صاحب نے اس مین یہ کمال کیا کہ یعنی لگاکر یہ ظاہر فرمایا کہ واو عطف تفسیری ہے عطف مغائرت نہین، حالانکہ عطف تفسیری وہان ہوتا ہے جہان معطوف اور معطوف علیہ کا مصداق ایک[1] ہی ہو جیسے اس آیت مین،

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى، (پ۱۶ ع۱۶)

جان لوگے کون سیدھی راہ والے اور کون ہدایت یاب ہین،

چونکہ اصحاب الصراط السوی اور اصحاب ہدایت ایک ہی ہیں اس لئے یہ عطف تفسیری ہے، مگر آیت زیر بحث مین تو دو جملے الگ الگ ہین، پہلا جملہ خبریہ ہے، دوسرا انشائیہ، اس کو عطف تفسیری بتانا غالباً ہمارے اول دعوی کی تصدیق ہے کہ اہل قرآن بالقصد ایک آنکھ کی روشنی سے بھی کام نہین لیتے،

مقام تعجب ہے کہ مولنا جیراجپوری باوجود ذی علم ہونے کے ایسی حرکت کے مرتکب کیون ہوئے، غالباً مقولہ الصحبۃ مؤثرۃ صحیح ہے،

[1] معارف:- یعنی ہم معنی ہو یا ہم مصداق ہو،

دوسری ایجاد حافظ صاحب جیراجپوری نے دوسرا کمال اس مضمون مین یہ دکھایا ہے کہ ایک آیت کا ترجمہ عجیب و غریب کیا ہے، وہ آیت مع ترجمہ درج ذیل ہے:-

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهُمْ
وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا
عِنْدَ اللّٰهِ، قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا
يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ

(پ ۱۱ - ع ۱۰)

وہ اللہ کے سوا ان کی پرستش کرتے ہین جو نہ اُن کو
ضرر پہنچا سکتے نہ نفع، اور کہتے ہین کہ یہ لوگ اللہ
کے یہان ہمارے سفارشی ہین، کہدے کہ کیا تم
اللہ کو ان لوگون کے ذریعہ سے خبر پہنچاتے ہو، جنکو
آسمان اور زمین کی کسی شے کا علم نہین "

اس آیت میں یہ کمال کیا ہے کہ "بِمَا" کی "باء" کو بمعنی ذریعہ بتایا ہے، حالانکہ مصدر انباء کا صلہ "ب" آیا کرتی ہے، ہم ایک دو محاورے حافظ صاحب کے خلاف قرآن ہی سے بتاتے ہین، مثلاً ارشاد ہے، يٰاٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ، فَلَمَّا اَنْبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ، اس آیت مین دو دفعہ انباء سے مشتق لفظ بصورت امر اور بصورت ماضی استعمال ہوا ہے، کیا اس مقام پر بھی "ب" ذریعہ پر وارد ہے؟ نہین "ب" کا مجرور مفعول بہ ہے ٹھیک اسی طرح آیت مذکورہ مین ہے، (المحدیث ۱۲/۱۵ ء ۵۲)

خطباتِ مدراس

مولانا نے ۱۹۲۶ء مین مدراس مین سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤن پر آٹھ خطبے (لکچرز) دیئے تھے، جو نہایت مقبول ہوئے اور مسلمانون نے انکو بیحد پسند کیا، ان آٹھ لکچرون مین نہایت موثر الفاظ مین اور تاریخی دلائل کے ساتھ آنحضرت صلعم کی سیرۂ مبارکہ اور آپ کی تعلیمات کا عطر اور خلاصہ پیش کیا گیا ہے، یہ اس لایق ہین کہ مسلمانون کے علاوہ غیر مسلمانون مین ہدیۃً تقسیم کئے جائین اور عربی مدرسون اور مکتبون اور انجمنون مین ان کو پڑھایا جائے ضخامت ۱۵۸ صفحے طبع دوم قیمت عمر،

تلخیص و تبصرہ

وادیِ سندھ کی تہذیب

(از پروفیسر ایچ، جی، رالنس - در رسالہ "آرین پاتھ" بابت فروری ۱۹۳۴ء)

پروفیسر ایس، ڈی، ونکٹیشور نے رسالہ "آرین پاتھ" جنوری ۱۹۳۰ء کے ایک فاضلانہ مقالہ مین موہنجو دارو (Mohenjo Daro) اور ہرپا (Harappa) کے عجیب و غریب آثار قدیمہ کے حالات بیان کئے تھے، جنسے قدیم تاریخ ہند سے متعلق ہمارے خیالات مین ایک انقلاب پیدا ہوگیا ہے، لیکن ضرورت ہے کہ ان اکتشافات کی اہمیت پر کسی قدر زیادہ تفصیل کے ساتھ غور کیا جائے، میرا خیال ہے کہ ان سے دو نتیجے ایسے پیدا ہوتے ہین جنمین کسی شبہہ کی گنجایش نہین، ایک یہ کہ وادی سندھ کے باشندے عراق عرب (مسوپوٹامیا) سے ترک وطن کرکے ۰۰۰ سنہ قبل مسیح کے قریب درہ بولان کی راہ سے سندھ مین آئے تھے اور اپنے ساتھ اپنے اصلی وطن کی سمیرین تہذیب بھی لیتے آئے تھے، جسے بعد مین انھون نے اپنے طریقہ پر ترقی دیدی، دوسرے یہ کہ وہی لوگ "داس" (Daas) یا "داسیو" (Dasyu) تھے جنکا رنگ سیاہ اور ناک غائب تھی، وہ لنگ کی پوجا کرتے تھے اور فصیل دار شہرون مین رہتے تھے، جب خانہ بدوش آرین لوگ درون سے ہوکر سات دریاؤن کے ملک مین داخل ہوئے تو وہ اُن (قدیم باشندون) سے لڑے اور بالآخر ان پر غالب آئے، ایک تیسرا نتیجہ، کہ وہ لوگ قوم ڈراوڈ کے مورث یا اعزہ بھی تھے، اگرچہ راقم سطور کے نزدیک بہت زیادہ قرین قیاس ہے، تاہم ابھی صرف ایک مفروضہ ہے،

لیکن ہمارے لئے اس وقت جو چیز حقیقۃً سب سے زیادہ دلچسپ ہے وہ آرین لوگون کا اپنے قدیم پیشرون کا رہون منت ہونا ہے، قدیم تہذیب (کلچر) کے باب مین آرین کارنامون کو نہایت مبالغہ آمیز اہمیت دینا ایک دستور ہوگیا ہے

اور اس خیال کو حال مین ہر ہٹلر نے اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا ہے، یہ دعویٰ نٹشے کے وقت سے چلا آتا ہے،
جو ساحل بالٹک کے خوبصورت وحشی (Blond beast of the Baltic) کی منقبت سرائی سے کبھی تھکتا
ہی نہ تھا، دوسرے لوگون نے بھی مذہبی جوش کے ساتھ ویدک سنسکرت کا قدیم ترین زبان ہونا بیان کیا ہے، اور اس کو
بالکل بھول گئے ہین، کہ قدیم مصری یا سمیرین زبان کے مقابلہ مین وید حال کی ایک چیز ہے، ہم مین سے بہتیرے لوگ ماہرین
السنہ اور ماہرین انسانیات کے تنبہ کے باوجود اب تک آرین کو ایک نسل ہی کہتے جارہے ہین، گویا وہ تمام قومین جو آرین
زبان بولتی ہین، ایک ہی خاندان اقوام کی رکن تھین حالانکہ نسلی حیثیت سے مغربی یورپ کی قوم سلٹ (CELTS)
اور اُن آریون مین کوئی تعلق نہین جو سہ ہزار سالہ قبل مسیح مین سیستان اور پنجاب مین وارد ہوئے تھے، اسی طرح آج
کے ہندو اپنے کو آریہ کہنے کے شایق ہین حالانکہ جدید تحقیق سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ راجپوت اصلاً گوجر ہین مرہٹہ
ایک مخلوط نسل ہے، ڈراویڈین، سیتھین، اور وطنی عناصر کی، اور بنگالی بڑی حد تک منگول نسل کے ہین، جو آرین
خون ابتداءً ہندوستان مین آیا تھا وہ اب سے صدیون قبل ان بے شمار حملہ آور جماعتون مین مل کر جذب ہوگیا جو
بعد مین آئی تھین،

آرین لوگ اس متمدن دنیا مین دیر مین پہنچے جو عہدِ معدنیات مین بحر روم کے ساحلون سے لیکر دریائے
نیل، دجلہ و فرات، اور دریائے سندھ کے کنارون تک پھیلی ہوئی تھی، آرین زبان بولنے والی قومین خانہ بدوش
اور قدیم قومین تھین، وہ اپنی جانشین گاتھ اور ہن قومون کی طرح جو تیسری اور چوتھی صدی عیسوی مین نمودار ہوئین
جلد اپنے مقابل کی پر تعیش اور روبہ تنزل تہذیب پر غالب آگئین، لیکن بالآخر انھون نے خود ہی قیام اختیار کرلیا،
اپنی جہان گشتی کی عادت چھوڑ بیٹھے، مقامی قومون سے ازدواجی تعلقات قائم کرلئے، اور جن لوگون کو شکست دی
تھی انھین کی تہذیب اختیار کرلی، تقریباً ہر بار ایسا ہی ہوا، وادی سندھ مین خونخوار آرین حملہ آورون نے موہنجوداڑو
وہرپا کے صلح پسند، سست، اور دستکار باشندون کو مسلسل لڑائیون کے بعد جنگی آواز بازگشت وید کے گیتون مین
اب تک محفوظ ہے نکال باہر کیا، یونان مین ہلینی (HELLENES - خالص یونانی نسل کے لوگ) نے مینوان مائی سینی

(Minoan Mycenaea) تہذیب کو شکست دینے کے بعد اُسے خود ہی اختیار کرلیا، اٹلی مین اہل لاطینیم
نے بھی وہان کے قدیم باشندون اٹرسکنس (Etruscans) کے ساتھ یہی کیا، یونان کی شان و
شوکت اور رومہ کی عظمت سامی بنیادون پر قائم کی گئی تھی، بحر روم کی بڑی بڑی سامی سلطنتین اس وقت بھی
صدیون سے قائم چلی آرہی تھین جب کہ آرین قومین ہنوز حالتِ وحشت مین تھین اور بحر بالٹک کے ساحلون
پر کوڑیان چنا کرتی تھین،

دنیا کے تین بڑے مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام سامی الاصل ہین، موہنجوداڑو کے اکتشافات
سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ سامی عنصر کہین ہندو مذہب کا بھی اہم ترین جزو تو نہین ہے، شیو مہادیو ہندو مت کا
سب سے بڑا خدا ہے، مدت سے یہ رائے قائم ہے کہ شیو مہادیو اور وید کے خدا رودرا کے ایک ہی شخصیت ہونے
کا نظریہ قابلِ اطمینان نہین ہے، یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اس کی پرستش خاص طور پر اسی حصۂ ہند مین کثرت سے
ہوتی ہے جہان قوم ڈراوڈ کی آبادی ہے، شیو مہادیو ہی کی جانب "یوگ" یعنی راہبانہ مذہبی عبادات منسوب کیجاتی
ہین، اس راز کا انکشاف وادی سندھ کی مہرون سے ہوتا ہے، جنپر ایک تین سر اور سینگ والے خدا کی تصویر
بنی ہوئی ہے، اس کی نشست "یوگ" کے ایک آسن کی ہے اور اس کے اردگرد درندون کی تصویرین ہین، یہان
ہم صاف طور پر شیو، "مہایوگی"، "درندون کے خدا" کی اصلیت کا پتہ لگا سکتے ہین، بھارت اور سانچی کے آثار قدیمہ
کی طرح وادی سندھ کی مہرون سے "مادر عظمیٰ"، "مقدس سانپ" "مقدس درخت" کی پرستش، "لنگم"، "یونی" اور قدیم
بدھ مذہب کے بہتیرے ماقبل حالات کا پتہ بھی لگایا جاسکتا ہے،

سب سے آخر یہ کہ ہندوون نے فن تحریر وادی سندھ کے لوگون سے حاصل کیا، پروفیسر لینگڈن (LANGDON)
نے قطعی طور پر ثابت کردیا ہے کہ برہمی رسم خط وادی سندھ کے باتصویر حروف سے ماخوذ ہے، اس مین
شبہ نہین کہ آیندہ اثری اکتشافات سے اس رائے کی تصدیق ہوجائیگی کہ ہندو مذہب اور ہندو آرٹ اور کلچر بھی
خود ہندوؤن کی طرح اپنی اصل مین زیادہ تر غیر آرین ہین، اس آرین افسانہ کو بھی اُن بہتیرے رد شدہ نظریات کے

پہلو مین جگہ ملنی چاہئے جنکے بوسیدہ اوراق مورخ کی الماریون کا بار تھے۔

"ع ز"

کیا سائنس سے بے روزگاری بڑھ رہی ہے؟

سات سال ہوئے بشپ آرتھر بروز (Arthur Burroughs) نے ایک جماعت کے سامنے جس کے بیشتر افراد برطانیہ کی انجمن ترقی سائنس کے رکن تھے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ تحقیق و ایجاد مین جس تیزرفتاری کے ساتھ ترقی ہو رہی ہے اس سے پوری طور پر فائدہ اٹھانا موجودہ حالت مین انسان کی طاقت سے باہر ہے اور یہ تجویز پیش کی تھی کہ دس سال کے لئے سائنٹفک تحقیق و تفتیش ملتوی کردیجائے، ۱۹۲۶ء مین اس تجویز پر محض عارضی توجہ کیگئی، لیکن ۱۹۳۰ء مین جب امریکہ نیز بیرونی ممالک مین لاکھون آدمیون نے زمانہ کی ابتری اور پریشان حالی پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا شروع کیا تو اہل قلم کی اس جماعت نے جو عوام مین مقبول تھی بشپ بروز کی تجویز کی تائید کی اور اقتصادی مشکلات کی ذمہ داری سائنس کے سر عائد کرنا شروع کردی،

سائنس کے خلاف جو دلیل پیش کیجاتی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سے مشین کی صنعت و حرفت کو ترقی ہو رہی ہے، لیکن افراد کی بے روزگاری بڑھتی جاتی ہے، امریکہ کے بعض ممتاز سائنس دانون نے حال مین اس رائے کی صحت و عدم صحت پر غور کرنا اور اس سے متعلق واقعات کا مطالعہ کرنا شروع کیا ہے، چنانچہ ڈاکٹر کومپٹن (Dr. Compton) بیان کرتے ہین کہ یہ خیال کہ سائنس سے بے روزگاری بڑھتی ہے، یا وہ ہماری اقتصادی یا عمرانی مشکلات کی جڑ ہے، "خلاف واقعہ ہے، لاعلمی یا غلط فہمی پر مبنی ہے، اور اپنے امکانی اجتماعی نتائج کے رو سے مضرت رسان ہے۔" ڈاکٹر کومپٹن کو اعتراف ہے کہ مشین کی صنعت و حرفت کی ترقی کے باعث دستکار اکثر بے روزگار ہوگئے ہین لیکن انھون نے دکھایا ہے کہ سائنٹفک تفتیش و تحقیق کا نتیجہ بالآخر یہ ہوا کہ نئی نئی صنعتون اور حرفتون کے کھل جانے سے روزگار کے مواقع بہت زیادہ ہوگئے ہین ان صنعتون اور حرفتون کی وجہ سے نہ صرف کام کرنے کی نئی جگہین کثرت سے پیدا ہوگئی ہین، بلکہ چیزون کی پیداوار بھی بڑھ گئی ہے،

اور کام کرنے کے گھنٹون مین پہلے کی بہ نسبت تخفیف ہوگئی ہے،

ڈاکٹر کومپٹن کا خیال ہے کہ اس وقت سائنس کو کم کرنے کی ضرورت نہین بلکہ اسے ترقی دینے کی ضرورت ہے، اُن کی رائے مین روزگار کو بڑھانے کی سب سے زیادہ اہم تدبیر اس وقت یہ ہے کہ کام کرنے کے گھنٹون مین تخفیف کردیجائے، مشینون کی وجہ سے آج ایک آدمی چند گھنٹون مین اتنا کام کرسکتا ہے جتنا اس کے آباواجداد کئی دن کی سخت محنت کے بعد پورا کرسکتے تھے،

۱۹۰۰ء مین امریکہ مین گاڑیون کی صنعت کے سلسلہ مین کاریگر، کوچبان، لوہار وغیرہ کی حیثیت سے دس لاکھ سے کم آدمی کام کرتے تھے لیکن ۱۹۳۰ء مین موٹرون کی صنعت کے سلسلہ مین جو متعدد سائنٹفک انکشافات کی مدد سے تیار کیگئی ہین، (۲۴۰۹۳۹۴) آدمی کام کرتے تھے، ان اعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ موٹرون کی ایجاد سے گھوڑے گاڑیون اور ساز وغیرہ کے بنانے والون کی تعداد کم ہوگئی ہے، تاہم بحیثیت مجموعی کام کرنے والون کی تعداد مین (۲۵) فی صدی کا اضافہ ہوگیا ہے،

اس سے زیادہ اہم وہ جدید صنعتین ہین جو سائنٹفک انکشافات کی بنا پر گذشتہ پچاس سالون مین قائم ہوگئی ہین، ۱۹۰۳ء مین ہوائی جہاز محض ایک کھلونا تھا لیکن آج یہ پچاس ہزار یا اس سے زیادہ آدمیون کی روزی کا وسیلہ ہے،

سو برس سے کچھ ہی زائد ہوئے جب مائکل فیراڈے (Michael Faraday) نے قوت مقناطیسی اور برق کا درمیانی تعلق دریافت کرکے ان صنعتون کی بنیاد رکھی تھی جو بجلی سے تعلق رکھتی ہین، یہ تمام صنعتین گذشتہ پچاس سالون مین ترقی پاچکی ہین، اور اب ان مین دس لاکھ سے زیادہ آدمی کام کرتے ہین، سینما کی صنعت کے سلسلہ مین اسوقت دولاکھ نوے ہزار آدمیون کو روزگار حاصل ہے، ۱۹۱۰ء مین جب سینما مین زیادہ ترقی نہین ہوئی تھی، تھیٹر کے سلسلہ مین کام کرنے والون کی تعداد ایک لاکھ سے کم ہی تھی،

نیویارک کے "عجائب خانہ سائنس و صنعت" (Museum of Science and Industry)

نے حسب ذیل اعداد و شمار اکٹھا کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ ان صنعتون کی وجہ سے جو سائنٹفک انکشافات اور تحقیقات پر قائم کی گئی ہین، کام کرنے والون کی تعداد مین بہت کچھ اضافہ ہوگیا ہے، یہ اعداد و شمار صرف چند صنعتون کے متعلق ہین اور صرف امریکہ تک محدود ہین:-

صنعت	کام کرنے والون کی تعداد
موٹر،	۲۴۰۹۳۹۴
برقی صنعتین،	۱۰۳۴۶۳۷
ٹیلیفون،	۳۵۷۰۸۵
سینما،	۲۹۰۰۰۰
دخانی جہاز،	۲۱۷۴۳۱
ریڈیو،	۹۴۰۰۰
مشین کے پرزے،	۸۷۲۷۱
کھانے کی چیزین ٹھنڈی رکھنے کی برقی مشین،	۷۲۲۶۱
ہوائی جہاز،	۵۰۰۰۰

ان کے علاوہ اور بہت سی صنعتین ہین جنہین لاکھون آدمی کام کر رہے ہین، صرف ایک شخص ٹامس اڈیسن (THOMAS EDISON) کے انکشافات و ایجادات کی وجہ سے جتنے آدمیون کی روزی کا سامان فراہم ہوگیا ہے، ان کی صحیح تعداد بھی میوزیم مذکور کو معلوم نہ ہوسکی، اس کی صرف چند ایجادون مثلاً برقی قمقمہ، فونوگراف، متحرک تصویرین، ٹیلیفون، اور مائکروفون (وہ آلہ جس سے ہلکی آوازین تیز سنائی دیتی ہین) کی وجہ سے جو صنعتین قائم ہوگئی ہین ان مین لاکھون آدمی کام کر رہے ہین،

(لٹریری ڈائجسٹ) "ع ز"

مغربی تہذیب ایک مغربی کی نظر مین

ذیل مین سنڈے اسٹیٹسمین (۱۵ اپریل سنہ ۳۴ء) کے ایک مقالہ کا اقتباس درج ہے جو ایک انگریز مسٹر پیٹر فورسٹ (PETER FORREST) کے غور و فکر کا نتیجہ ہے، جن حقیقتون کی جانب اس مغربی مقالہ نگار نے توجہ دلائی ہے اُن کی نسبت مشرق کے اکثر اہل فکر بارہا اظہار خیال کر چکے ہین، لیکن ہمارے ملک کی "روشن خیال" تعلیم یافتہ جماعت کے لئے کوئی مسئلہ اس وقت تک لائق توجہ نہین ہوتا جب تک اُسے مغرب کی تائید حاصل نہ ہو، ذیل کا اقتباس خاص طور پر اسی جماعت کی خدمت مین پیش کیا جاتا ہے:-

"حیرت کی بات ہے کہ ماضی کے سبق کے باوجود وہ مجنونانہ دوڑ جو ذاتی دولت کو کامیابی کا سب سے بڑا معیار سمجھ رہی ہے، بدستور جاری ہے، ایک روز مورخین ہمارے عہد کا مطالعہ کرینگے اور اُن باتون کو واضح طور پر دیکھین گے جو آج ہماری نگاہون سے پوشیدہ ہین، وہ کہین گے کہ اُن لوگون نے سائنس اور ایجاد کو اپنی روزمرہ زندگی مین استعمال کیا، تاہم زندگی کو حقیقۃً رہنے کے قابل نہ بنا سکے، انھین اعلیٰ فہم اور تعلیم کے ترقی یافتہ طریقے حاصل تھے پھر بھی بحیثیت مجموعی انھون نے زندگی کی کامیابی کے نصب العینون کو پست ہی رکھا، اور اس مین کوئی شبہ نہین کہ ایک حیرت انگیز بلند مادی تہذیب کے ساتھ ان پست نصب العینون کی آویزش ہی بنیادی سبب تھی اکثر قومی جنگون اور ملکی لڑائیون، بےچینی، مصیبت، تشکک اور امن و مسرت کے عدم استقلال کا جو اس زمانے عہد کی خصوصیات تھین،

ہم اپنی تہذیب کی ترقی کے ایک نازک درجہ پر پہنچ گئے ہین، یہ امر کہ ہم آگے اور اوپر جائینگے یا پیچھے اور نیچے کی طرف واپس آئینگے اس پر منحصر ہے کہ زمانہ موجودہ کا بچہ کیا بنتا ہے، بڑا ہو کر وہ جو کچھ کرے گا وہی اہمیت رکھتا ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ اہمیت اس کے مطمح نظر کی ہوگی، اگر ہم دانشمند ہین تو ہمین دیکھنا چاہئے کہ وہ جو آج ایک بچہ ہے اور کل ملک کا ایک فرد ہونے والا ہے زندگی کے غلط معیارون سے گمراہ نہ ہونے پاوے، تمام والدین اور اساتذہ کو جو نہ صرف کل آنے والے افراد بلکہ قوم سے متعلق بھی اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہین،

چاہئے کہ استقلال کے ساتھ بچون کے ذہن مین اشیاء کے قدر وافادہ کا ایک صحیح تر احساس پیدا کرتے رہین بہ نسبت ان صاحبِ اقتدار جماعتون کے احساس کے جنھون نے گذشتہ جنگ کو لابدی بنادیا، یا بہ نسبت اس نسل کے احساس کے جو زمانہ جنگ کے بعد رونما ہوئی اور جسکا عقیدہ یہ ہے کہ دولت طاقت ہے، اور انھی دونون کا اجتماع زندگی کا سب سے بڑا انعام ہے،

ترقی یافتہ تعلیم اور وہ تمام معاشرتی و اجتماعی اصلاحین جن کے لیے ہم اس قدر مصارف برداشت کر رہے ہین، یہ سب اندر سے بوسیدہ اور فاسد ہونے کے باعث کچھ بھی مفید ثابت نہ ہون گی جب تک کہ زمانہ موجود کے بچون کو سب سے بڑے سبق کی تعلیم نہ دیجائے اور انھین ان غلط معیارون سے نفرت نہ دلا دیجائے جو قدیم روایات مین سے اکثرون مین داخل ہین،

جنگ کے بعد کا دور اپنی عدیم المثال حرص دولت اور حرص تعیش کے لئے نمایان ہے، یہ ایک امر واقعہ ہے کہ تمام طبقے نفس پرستی کے جذبہ سے مغلوب ہین، ہر سال عیش و عشرت کے تمام اقسام پر اخراجات بڑھتے ہی جاتے ہین، قوم مین روٹی گوشت کے مصارف کی بہ نسبت شراب کے مصارف بہت زیادہ ہین، آپ ایسے بے شمار نوجوان مردون اور عورتون کو دیکھین گے جن کی زندگی کا خاص مقصد عیش و تفریح ہے، وہ دوسرون کو نقصان پہنچا کر بھی اسے حاصل کرنا چاہتے ہین،

یہ لوگ زیادہ اہمیت نہین رکھتے، لیکن جو بچے کہ آیندہ بیس سال کے اندر بڑھکر جوان ہون گے اصلی اور حقیقی اہمیت ان کی ہے، اور اسے ایک انفرادی اور قومی فرض سمجھنا چاہیے کہ انھین مروجہ نمونون اور مقولون سے آلودہ و گمراہ نہ ہونے دیا جائے،

"ع ز"

اخبار علمیہ

اعتراف و اصلاح

رسالہ لٹریری ڈائجسٹ کے ایک نامہ نگار کا بیان ہے کہ امریکہ کے کیتھولک، پروٹسٹنٹ، اور یہودی فرقون نے تمام غیر مہذب لٹریچر اور فحش سینما اور تھیٹر وغیرہ کے خلاف ایک سخت جہاد شروع کر دیا ہے، اس قسم کی تحریکین اس سے قبل بھی جاری کیگئی تھین لیکن فحش کی رفتار مین کوئی تخفیف نہین ہوئی، اب وہان کے کلیساؤن اور مذہبی پیشواؤن نے اس چیز کو ختم کر دینے کا مصمم قصد کر لیا ہے، چنانچہ ملک کے تمام کیتھولک پادریون سے جنکی تعداد تیس ہزار ہے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے اثر سے کام لیکر لوگون کو فحش سینما وغیرہ کی اصلاح پر آمادہ کرین، کیتھولک ہائی اسکولون اور کالجون کی مذہبی انجمنون کو اس تحریک کی مدد کے لئے متعین کیا گیا ہے، اسی طرح تمام کیتھولک ہفتہ وار اور ماہوار رسالون کو جنکے ناظرین کی تعداد دو کرور سے زیادہ ہے، اس کے لئے آمادہ کیا گیا ہے، والدین کو ہدایت کی گئی ہے کہ اپنے بچون کو سینما بھیجنے مین، اب زیادہ احتیاط سے کام لین، ایک روز تمام کیتھولک ہفتہ وار رسالون نے جنکا مجموعی شمار اشاعت سترلاکھ ہے، متحد ہو کر مروج سینما کی فحش نمائی پر حملہ کیا، اور بشپ کانٹ ول (Cantwell) کے ایک پرزور مضمون کے اقتباسات درج کئے جس مین موصوف نے لکھا ہے کہ "اگر ہم چاہتے ہین کہ امریکہ کے نوجوانون کو ایسی گندگی اور فحش کاری سے بچائین جس کی مثال سے امریکہ اس وقت تک ناآشنا تھا تو ضرورت ہے کہ اس کے لئے عظیم الشان پیمانہ پر کوئی اصلاحی تدبیر اختیار کیجائے"، اس کیتھولک تحریک کیساتھ یہودی اور پروٹسٹنٹ کلیساؤن نے بھی مروجہ فحش لٹریچر پر جو اس وقت کثرت سے شائع ہو رہا ہے، شدت کے ساتھ لعنت ملامت کی ہے اور امریکہ

کے متحدہ یہودی کلیسا کی مجلس عاملہ نے بہ اتفاق آراء یہ تجویز منظور کرلی ہے کہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے نہایت زوردار اور موثر تدبیرین اختیار کیجائین، چنانچہ ربیون نے اعلان کیا ہے کہ وہ اپنے خطبون مین تمام فحش لٹریچر اور مخرب اخلاق سینما اور تھیٹر وغیرہ کی پرجوش مخالفت کرین گے، امریکہ کے مختلف پروٹسٹنٹ کلیساؤن مین بھی معاملہ کی اہمیت کے باعث بالاتفاق طے پاچکا ہے کہ پروٹسٹنٹ، کیتھولک اور یہودی فرقون کے ارکان کی ایک متحدہ کمیٹی قائم کیجائے، جو نیویارک کے پولیس کمشنر کی توجہ اس خطرناک صورت حال کی جانب مبذول کرائے جو فحش لٹریچر اور سینما وغیرہ کی اشاعت نے پیدا کردی ہے، کیا ہندوستان کے مقلدین فرنگ، امریکہ کی اس اصلاحی تحریک کی بھی تقلید کرین گے،

اسیریا کی قدیم تاریخ

ماہرین آثار قدیمہ کی ان تھک کوششون سے اسیریا کی قدیم تاریخ جو تقریباً تین ہزار سال سے زمین مین دفن تھی، اب کھود کر نکالی جارہی ہے، اس سلسلہ مین جو آثار قدیمہ دریافت ہوئے ہین، ان مین سے ایک نہایت اہم انکشاف کے متعلق شکاگو یونیورسٹی کے ڈاکٹر بریسٹڈ (Dr. Breasted) نے اطلاع دی ہے، یہ مٹی کی ایک تختی ہے جو ایک ہاتھ سے کچھ ہی بڑی ہے اور اس کے دونون طرف مخصوص اسیرین خط مین بہت قریب قریب عبارت لکھی ہوئی ہے، اس عبارت مین اسیریا کے پچانوے بادشاہون کے نام ترتیب وار درج ہین جو عشور نیراری خامس (Ashur - Nirari) سنہ ۷۵۳ تا سنہ ۷۴۶ قبل مسیح، کے زمانہ سے سنہ ۲۴۰۰ قبل مسیح تک اہل اسیریا پر فرمانروائی کرتے تھے، یہ تختی موجودہ شہر موصل سے تقریباً پندرہ میل کے فاصلہ پر ایک مقام پر پائی گئی ہے جو قدیم نینوا کے مقابل دریائے دجلہ کے بالائی حصہ پر واقع ہے، اوس کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ اس سے پہلے علمائے آثار قدیمہ کو ۱۱۰۰ ق۔م سے قبل کے صرف تین یا چار بادشاہون کے نام معلوم تھے، اس نو دریافت تختی سے معلوم ہوتا ہے، کہ اشپیا (Aushpia) جو ان

تین چار بادشاہون مین سب سے پہلا بادشاہ سمجھا جاتا تھا، واقعتہً اس خاندان کا سب سے آخری بادشاہ ہے جس کے پہلے نو فرمانروا یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوچکے تھے، اس پر ہر بادشاہ کی مدت حکومت درج ہے جس سے اسیریا کی تاریخ کا یہ باب مکمل طور پر معلوم ہوجاتا ہے، یہ تختی شاہ سارگن ثانی (Sargon II) کے کتبخانہ سے نکالی گئی ہے، جس کے کھنڈر اس مقام پر واقع ہین جو آج خورس آباد کہا جاتا ہے، اس مقام مین کھودائی کا کام جاری ہے، سارگن ثانی کا زمانہ حکومت آٹھوین صدی قبل مسیح کا نصف آخر ہے، سارگن کی وفات کے بعد خورس آباد کا قیام ترک کردیا گیا اور خیال یہ ہے کہ اس کے لڑکے نے وہ کتبخانہ نینوا کو منتقل کردیا جو پندرہ میل شمال کی جانب واقع تھا، یہ تختی اب حکومت عراق کی ملک ہے لیکن اس نے شکاگو یونیورسٹی کے اورنٹیل انسٹیٹیوٹ کو جنکی کوششون سے یہ حاصل ہوئی ہے اجازت دیدی ہے کہ وہ اسکی مکمل نقل کرکے مورخین کے فائدہ کے لئے اسکا ترجمہ تیار کرلے،

پانی کو گیس سے گرم کرنے کا جدید طریقہ

حال مین امریکن گیس ایسوسی ایشن کو اطلاع ملی ہے کہ بعض سائنس دانون نے ایک ایسا طریقہ دریافت کرلیا ہے جس سے رقیق اشیاء بڑے بڑے حوضون مین بغیر آگ کی مدد کے گرم کیجاسکتی ہین، اس طریقہ کے مطابق گیس کی مشعلین پانی یا کسی دوسری رقیق شے مین داخل کرکے جلادیجاتی ہین، جن سے ایک تیز شعلہ نکلنے لگتا ہے، اور پانی جلد کھول جاتا ہے، اس تدبیر سے لکڑی کے حوضون مین بھی پانی اسی آسانی کے ساتھ گرم کیا جاسکتا ہے، جس آسانی کے ساتھ لوہے کے حوضون مین ترشہ (Acid) اور دوسری کیمیائی چیزین بھی اس طریقہ سے گرم کی جاسکتی ہین،

جوہر فرد کے عناصر

حال تک جوہر فرد (Atom) ایک مفرد شے خیال کیا جاتا تھا، لیکن جدید تحقیق نے یہ ثابت

کردیا ہے کہ یہ ایک مرکب شے ہے اور اس وقت تک اس کے چار عناصر دریافت ہوچکے ہین، یعنی الیکٹرون (Electron) پروٹون (Proton) پوزیٹرون (Positron) اور نیوٹرون (Newtron) لیکن ڈاکٹر لانجر (R. M. Langer) جو کیلیفورنیا انسٹیٹیوٹ آف ٹکنالوجی (امریکہ) کے ماہر طبعیات ہین، یقین رکھتے ہین کہ جوہر فرد کا ایک عنصر اور بھی ہے جو عنقریب دریافت ہوجائیگا،

برق کی رفتار

جنوبی افریقہ کے سائنس دانون کی ایک جماعت نے تحقیق کی ہے، کہ بجلی کی رفتار (۱۴۹۰۰) میل سے لیکر (۶۴۴۰۰) میل فی سکنڈ ہے اور اسکی اوسط رفتار (۲۸۵۰۰) میل فی سکنڈ ہے، اس حساب سے اسکی اوسط رفتار روشنی کی رفتار کا (۱۵) فی صدی ہے،

دو نئے سیارے

۱۸۰۱ء سے لیکر اس وقت تک ایک ہزار سے زاید بہت چھوٹے چھوٹے سیارے دریافت ہوچکے ہین، جو مریخ اور مشتری کے درمیان اپنے اپنے دائرون مین چکر کرتے رہتے ہین، حال مین ان چھوٹے چھوٹے سیارون کی فہرست مین دو سیارون کا اضافہ اور ہوا ہے جو الجزائر کے رصدخانہ مین دریافت کئے گئے ہین،

ایک حیرت انگیز انکشاف

قطب شمالی اپنی انتہائی برودت کے لیے مشہور ہے، لیکن ڈاکٹر ٹیمسن (انگلستان) نے حال مین تحقیق کی ہے کہ اس سے بارہ میل اوپر کی فضا خط استوا سے بارہ میل اوپر کی فضا سے جو اپنی حرارت کے لئے اسی قدر مشہور ہے (۲۵) درجہ زیادہ گرم ہے، قطب شمالی کے اوپر کی اس حیرت انگیز حرارت کا سبب ابھی دریافت نہین ہوسکا ہے،

"ع ز"

ادبیات

حمل امانت

از حکیم الشعراء سید احمد حسین امجد، حیدرآبادی،

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا[1] (احزاب)

تو ہے مجھے بزم مین بلانے والا، مین ہون تری بارگہ مین آنے والا
ظالم ہون، جہول ہون، سیہ کار ہون مین کس منہ سے کہون، ترا طلبگار ہون مین
مین کیا ہون؟ جبال و آسمان کے آگے کیا گرد کا ذکر، کاروان کے آگے
ہون بحر عظیم مین، مثال خاشاک اک قطرہ ہے میری ہستی، وہ بھی ناپاک

———✲———

اے لو، وہ عرضنا کی صدا گونج اٹھی، انّا کے جلال سے، فضا گونج اٹھی،
سب ہٹ گئے ڈر کے، پیچھے، آنے والے کترا گئے صاف، سر اٹھانے والے
سب لرزہ بر اندام نظر آتے ہین کہتے ہوئے سارے الحذر آتے ہین
جو سر بفلک تھے، اُن کا اترا چہرا دیکھیں رہتا ہے کس کے سر یہ سہرا

[1] ہم نے اپنی امانت آسمانون، اور زمین اور پہاڑون پر پیش کی، سب کے سب نے اس کے بار اٹھانے سے انکار کیا، اور اس سے ڈر گئے، اور انسان نے اس کو اٹھالیا، بے شبہہ وہ ظالم اور نادان ہے،

سب صاحبِ عقل و ہوش بیہوش ہیں آج — سب بولنے والے کیسے خاموش ہیں آج

اٹھی نہیں جب کہیں سے کوئی آواز — جب کوئی ہوا نہ اس صدا کا دمساز

میری غیرت میں ایک طوفان اُٹھا — یعنی لبیک کہہ کے انسان اُٹھا،

لینے کو عطیہ دستِ محتاج اُٹھا — فی احسن تقویم کا حسن آج بڑھا

سر دیدیا مین نے آبرو کی خاطر، — ٹھکرا دیا مین نے مین کو، تو کی خاطر،

مبہوت ہے خلق، سن کے قصہ میرا

ہے عبدیت تمام حصہ میرا،

رُباعی

اس سینہ مین کائنات رکھ لی مین نے — کیا ذکر صفات، ذات رکھ لی مین نے

ظالم سہی، جاہل سہی، نادان سہی — سب کچھ سہی، تیری بات رکھ لی مین نے

پیغامِ بہار

از جناب محمد اکبر منیر پروفیسر ایمرسن کالج ملتان

لیکے پیامِ کارزار آئی ہے فصلِ نوبہار — آتش و خون کی فوج کے ڈیرے ہین لالہ زار مین

شور ہے سیلِ کوہ مین نعرۂ کارزار کا — تیغ کی ہین روانیان موجۂ جوئبار مین

خنجرِ آفتاب نے قیدیون کو نجات دی — ملکے سرودِ حریت گاتے ہین کوہسار مین

جشن ہے کوہ و دشت مین لشکرِ انقلاب کا — عیش و طرب کے راگ ہین بربطِ آبشار مین

حسنِ بہشتِ جاودان کرتا ہو جلوہ ریزیان — وادی و کوہسار مین گلشن و مرغزار مین

تابشِ حسن جان نواز آتشِ عشق جان گداز — آکے ملے ہین پیارے گلکدۂ بہار مین

موسمِ نوبہار کا سنتا ہے کیا پیام تو؟ — تیغ بکف شریک ہو عرصۂ کارزار مین

پھونک دے کشتِ بندگی آتشِ انقلاب سے — دیکھ بہشتِ زندگی خنجرِ آبدار مین

بن کے خرامِ زندگی لیکے پیامِ زندگی — سیل کی طرح ہو روان وادیٔ گیرودار مین

حسن کے آفتاب سے پھلتا ہے نخلِ آرزو — عشق ہو جلوہ ریز اگر سینۂ پُر شرار مین

عشقِ شرر فشان سے تو آگ لگا دے چارسو،

دور ہو پھر بہار کا اجڑے ہوئے دیار مین،

قطعۂ تاریخِ وفات،

مولوی غلام محمد صاحب شملوی سفیر ندوۃ العلما غفر لہٗ

از جناب نواب صدر یار جنگ مولنا حبیب الرحمن خان شروانی المتخلص بہ حسرتؔ،

سفیرِ مکرم غلام محمد، — ز دار الاجل حیف آمد پیامش

سراپا عمل بود و سعیِ مجسم، — با حیاے دلہا مسلّم کلامش

چو قربان دین کرد جانِ گرامی — ز اسلامیان باد دائم سلامش

جگر خستہ حسرتؔ یک از مخلصانش — بپرسیدہ از سالِ حسنِ ختامش

بفرمود ہاتف برآورد آہے

[16]

بجنّاتِ فردوسِ اعلیٰ قیامش

۱۳۶۸ — ۱۶

۱۳۵۲ھ

باب التقریظ والانتقاد

جواہر سخن

مرتبہ مولوی محمد مبین صاحب کیفی چریاکوٹی، شائع کردہ ہندوستانی اکاڈمی الہ آباد، ضخامت ۵۱۴ صفحے،

مطبوعہ ٹائپ، قیمت درج نہین،

اردو شاعری زیادہ تر تفریح وانبساط کا ذریعہ رہی ہے، اس لئے ادبی اور تاریخی حیثیت سے اسکی بہت کم خدمت کی گئی ہے، شعرا کے ہزارون دیوان شائع ہوئے، مشہور اساتذہ کے کلام کے متعدد انتخابات کئے گئے، لیکن اس مین زیادہ تر ذاتی ذوق سے کام لیا گیا، اسلئے جن شعرار کے کلام اس معیار پر ٹھیک نہین اترے وہ نہ چلنے والے سکے کی طرح ہماری ادبی ٹکسال سے خارج کردیئے گئے،

ولی کے سوا شعرائے دکن کا کلام توہمیشہ ٹکسال کے باہر رہا، اس کے بعد قدما، کا دور شروع ہوا تو اسمین سے بھی چند مخصوص اساتذہ چن لئے گئے، بقیہ شعرار کس مپرسی کی حالت مین رہے، پھر دلی اور لکھنؤ کے دونون اسکول قائم ہوئے، تو ان مین بھی ایک کے پسند کرنے والے دوسرے اسکول سے بے اعتنائی کرتے رہے، اور اب تو شعرائے دور جدید نے اس دفتر بے پایان پر سرے سے پانی پھیر دیا، اور میر اور غالب کے سوا اس زمانے مین اور کسی صاحب طرز استاد کا نام زندہ نہین ہے، جس کے دوسرے معنی یہ ہین کہ اس وقت اردو شاعری کی تاریخی زندگی ہماری نگاہون سے اوجھل ہے، اور وہ کوئی مستقل حیثیت نہین رکھتی،

اردو شاعری کی اس تاریخی اور ادبی کمی کا احساس سب سے پہلے ہمارے صوبے کے علمی مرکز ہندوستانی اکاڈمی

نے کیا، اور اردو شعرا کے کلام کے ایک نہایت جامع و مکمل انتخاب کی خدمت مولوی محمد مبین صاحب کیفی چریاکوٹی سے متعلق کی جنھون نے ۲ جلدون مین اردو کے ہر دور کے شعرا کے کلام کا انتخاب کیا چونکہ آج تک اشعار کا انتخاب کسی تاریخی اور علمی اصول کے مطابق نہین ہوتا تھا، بلکہ اسمین زیادہ تر ذاتی رجحان سے کام لیا جاتا تھا، اسلئے اکاڈمی نے اس روش مین تبدیلی پیدا کرنے کیلئے اس انتخاب پر نظر ثانی کرنے کے لئے منتخب اصحاب کی ایک کمیٹی مقرر کی تاکہ یہ انتخاب ہر ذوق کے مطابق علمی و تاریخی اصول کے مطابق مرتب ہو، اب اس انتخاب کی پہلی جلد جواہر سخن کے نام سے شائع ہوکر ہمارے سامنے آگئی ہے، یہ انتخاب صرف دور اول کے شعرا تک محدود ہے، لیکن اسکے دو حصے کردیئے گئے ہین پہلا حصہ شعرائے دکن و اورنگ آباد کے ساتھ مخصوص ہی اور دوسرے حصہ مین شعرائے دہلی کے کلام کا انتخاب کیا گیا ہی، اس جلد پر مولینا سید سلیمان ندوی نے نظر ثانی اور ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی نے حصۂ اول کے دکنی اشعار کی تصحیح کی ہی، انتخاب سے پہلے ڈاکٹر تاراچند صاحب سکریٹری اکاڈمی کا ایک مختصر سا تعارف ہے، جسمین اس انتخاب کی ضرورت اور خصوصیات کا ذکر ہی، اسکے بعد تمہید مین اختصار کیساتھ اردو زبان کی تاریخ بیان کی گئی ہی، پھر اس دور کی شاعرانہ خصوصیات کے بعد انتخاب شروع ہوا ہی،

اس دور کے متعلق معلومات بہت کم ہین، صرف تذکرون مین ایک آدھ شعر مل جاتا ہی، مؤلف کو اپنی اس محنت کی داد ملنی چاہئے کہ انھون نے پرانے تذکرون سے یا آج کل جو جدید تحقیقات کی گئی ہین، ان سے فائدہ اٹھاکر پراگندہ معلومات کو یکجا کیا ہی، یہ کتاب نہ تو تنہا انتخاب ہی اور نہ تذکرہ ہے، بلکہ ایک ایسی کتاب ہی کہ جسکا اصل مقصد تو ہر دور کے شعرا کے بہترین کلام کا انتخاب ہی، مگر ساتھ ہی ہر شاعر کا مختصر حال جس سے زمانہ کی تعیین ہوسکے لکھا گیا ہی، کل ۸۶ شعرا کے حالات اور کلام کا اقتباس و انتخاب اسمین کیا گیا ہی، کتاب دو حصون مین منقسم ہی، انتخاب کا مقصد چونکہ تفریح و انبساط اور ذاتی ذوق کے اظہار سے بلند رکھا گیا ہی، اسلئے اشعار بہت بلند نہین ہین، کہ یہی اس عہد کی کائنات ہی، البتہ یہ انتخاب تاریخی حیثیت سے نہایت مفید ہی، جس سے یہ معلوم ہوسکتا ہی کہ ابتدا مین اردو شاعری کا کیا حال تھا، کون کون سے اصناف سخن مروج تھے، بعد کو کس صنف مین ترقی ہوئی؟ اور کس صنف کو زوال آیا، لیکن ہمکو اس حیثیت سے بھی ابھی مایوس نہین ہونا چاہئے، یہ انتخاب دور اول کے شعرا کا ہی جو سادہ گو تھے، اسلئے قدرتی طور پر انکے کلام مین ہمارے ذوق کے مطابق بلند اشعار کم مل سکتے ہین، بعد کو رنگین طبع شعرا کے کلام کا انتخاب آئیگا تو یہ کمی پوری ہوجائیگی،

غالب، مترجمہ جناب سید معین الدین صاحب قریشی ایم، اے، مطبوعہ لارپورٹ پریس، جام باغ، حیدر آباد دکن، حجم ۲۴۴ صفحے، قیمت عہ،

جناب ڈاکٹر سید عبد اللطیف صاحب استاذ انگریزی ادب جامعہ عثمانیہ کی انگریزی کتاب "غالب" کا یہ اردو ترجمہ ہے، یون کتاب تو متعدد ابواب اور عنوانون مین ہے، مگر مباحث کے لحاظ سے اس کے تین حصے کئے جاسکتے ہین، ایک حصہ مین "غالب" کے موضوع پر قلم اٹھانے کے لئے جن ماخذون اور رہنما کی ضرورت ہے اون پر ناقدانہ گفتگو ہے، دوسرے حصہ مین "پرعظمت شاعری" کی حقیقت مغربی ارباب ادب کے اقوال کے اقتباسات سے سمجھائی گئی ہے، اور تیسرے حصہ مین غالب کے سوانح حیات سے اس کا جو زاویہ نگاہ معلوم ہو سکتا ہے، اور اس زاویہ نگاہ کے جو اثرات اونکی شاعری پر پڑ سکتے ہین، اونھین بیان کیا ہے، اس کتاب کی جو نمایان خصوصیت ہے وہ یہی ہے کہ یورپ کے جدید طرز تحقیق (جسمین سنین کی تحقیق پر سب سے زیادہ زور ہوتا ہے) پر غالب کے موضوع پر سب سے پہلی مرتبہ اسی رسالہ مین قلم اٹھایا گیا ہے، لیکن مصنف کو غالب کے مدح سراؤن، حالی اور بجنوری کی رایون سے اس درجہ اختلاف ہوا کہ اوس کا اختلاف غور و فکر اور تحقیق و تدقیق سے گذر کر معاندانہ شکل مین آگیا، یہی وجہ ہے کہ جس اعتدال، سعی، اور تہذیب کے ساتھ غالب کے ماخذون پر گفتگو کی گئی ہے، وہ روش غالب کی شاعری پر اظہار رائے مین نظر نہین آتی، یہان یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود مصنف ایک خاص خیال پہلے سے قائم کئے ہے، اور اسکو وہ جلد سے جلد اپنے ناظرین تک پہنچا دینا چاہتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ الفاظ اور طرز بیان مین وہ متانت بھی قائم نہین، جو رسالہ کے ابتدائی ابواب مین نظر آتی ہے، اور

یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کی یہ کوشش ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو غالب کو ایک وجدانی شاعر کے مرتبہ سے فرو تر دکھایا جائے، نیز شاعری کا معیار بھی وہی مغربی شعرا اور ارباب ادب کے آرا و افکار سے تیار کیا گیا ہے، یہ وہی نقص ہے جس کو مصنف دوسرے لفظون مین بجنوری مرحوم پر بطور اعتراض وارد کر چکا ہے کہ مغربی اساتذہ سے ہم پہلو دکھانا کچھ ضرور نہ تھا، لیکن جب مشرقی شاعری کی جانچ کا معیار مغربی اساتذہ کے اقوال و آرا قرار پائین گے تو کسی مشرقی شاعر پر نقد و نظر مین مغربی اساتذہ ہی سے موازنہ کرنا زیادہ مناسب ہوگا، کہ اس طریق سے اوس قائم کردہ معیار سے بآسانی موازنہ ہو سکے گا، حقیقت یہ ہے کہ مصنف کو اس تصنیف مین کامیابی نصیب ہونی قدرۃً ممکن بھی نہ تھی، کہ صعود کے بعد ہبوط، کمال کے بعد زوال اور افراط کے ساتھ تفریط کا ہونا ضروری تھا، البتہ اب آنے والے محقق کے لئے غالب پر کام کرنے کا راستہ ضرور صاف ہو گیا ہے، وہ ان دونون قسم کی کتابون کو سامنے رکھ کر تحقیق و تدقیق کے وہ راستے اختیار کر سکتا ہے، جو زیر نظر کتاب مین معین کئے گئے ہین، اور ایک جادہ اعتدال حاصل کر سکتا ہے، اس لئے ہمین جامعہ عثمانیہ کے نوجوانون سے اسکی توقع تھی کہ وہ اس کتاب کو بطور معیار اردو مین منتقل کرنے کے بجائے اس موضوع پر نئے سرے سے قلم اٹھاتے اور افراط و تفریط سے دامن بچا کر راہ مستقیم پیش کرتے، کتاب کا ترجمہ صاف سلیس اور روان ہے، لیکن کتابت کی بکثرت غلطیان ہین، مصرع کے مصرعے غلط چھپ گئے ہین،

عہد سلف، تالیف مولانا محمد مرتضیٰ صاحب مرحوم حیدر آبادی، ۱۲۰ صفحے، قیمت عہ پتہ:-
حافظ عبد العظیم صاحب، مکان عبد الرؤف صاحب، جام باغ، ترپ بازار، حیدر آباد دکن،

مولانا محمد مرتضیٰ صاحب مرحوم، عہد شبلی و سرسید کے اچھے اہل علم مین تھے، قابل قدر علمی مضامین کے علاوہ مستقل تصنیفات کا سلسلہ بھی ان کا جاری تھا، انھین دولت آصفیہ حیدر آباد کی ایک مستقل ضخیم تاریخ کی ترتیب کا خیال پیدا ہوا تھا، لیکن اوس کا ایک مختصر حصہ لکھ سکے تھے، کہ انھون نے وفات پائی، وہی حصہ "عہد سلف" کے نام سے شائع ہوا ہے، اس کا موضوع "اسلام کا نشو و نما اور پھر ہندوستان مین اسلامی سلطنت کے

قیام پر تبصرہ ہے، جسمین اسلام، اسلامی فتوحات، ہند پر اسلامی حملے، ہندوستان مین مستقل اسلامی حکومت اور اس کے بعد اسلامی فتوحات دکن، سلطنت بہمنی، سلطنت بیجاپور، احمد نگر، عماد شاہیہ، بریر شاہیہ اور سلطنت قطب شاہیہ کا تذکرہ ہے، اور اسی بیان پر یہ حصہ تمام ہوگیا ہے، مناسب ہوتا کہ مصنف کے مختصر سوانح حیات بھی کتاب مین دیدیے جاتے،

چند ڈرامے، از جناب نور الٰہی محمد عمر ناشر اردو بک اسٹال لوہاری دروازہ لاہور، حجم ۱۲۲ صفحے تقطیع چھوٹی قیمت ۸؍

جناب نور الٰہی محمد عمر صاحبان اردو کے مشہور ڈرامہ نویس ہین، یہ رسالہ ان کے چند چھوٹے چھوٹے ڈرامون کا مجموعہ ہے، جو قریب قریب سب پرلطف اور دلچسپ ہین، خصوصاً "ہمہ خانہ آفتاب" اور "پہلی پیشی" کا مزاحیہ رنگ قابل داد ہے،

اسلامی تاریخ کی سچی کہانیان، از مولوی محمد حسین صاحب محوی ناشر مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی

حجم ۸۰ صفحے، تقطیع چھوٹی قیمت ۶؍

یہ رسالہ چھوٹے بچون اور بچیون کے لئے لکھا گیا ہے، اسلامی عہد کے موثر نصیحت آمیز واقعات دو دو صفحون مین لکھے گئے ہین اور آخر مین بطور نصیحت ہر سبق کا نتیجہ بھی بچون کو سمجھا دیا گیا ہے، بچون مین ذوق مطالعہ پیدا کرنے کے لئے یہ رسالہ کارآمد ہوگا،

علم الصرف، مولفہ مولوی محمد عبد الہادی خان صاحب شاہجہانپوری، کوچہ چیلان، دہلی، حجم ۴۰ صفحے

قیمت :- ۳؍

مصنف نے نو عمر بچون کے لئے صرف و نحو کے رسالے مرقاۃ العربیہ کے نام سے لکھے تھے، اب انھین مسائل کو بڑی عمر کے طلبہ کے لئے مبادی العربیہ کے نام سے دو رسالون مین جمع کیا ہے، پہلا رسالہ علم الصرف ہے، جسمین صرف کے تمام مسائل اور گردانین جمع کی گئی ہین، جو لوگ عربی صرف و نحو کو عربی زبان کی کتابون سے پڑھانا نہ چاہتے ہون، وہ اس رسالہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہین،

"ز"

جلد ۳۳ | ماہ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق ماہ جون ۱۹۳۴ء | عدد ۶

مضامین